جامعہ دار التقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ

دار التقویٰ

لاہور

جُمادَی الاُولیٰ
۱۴۴۷ھ
نومبر 2025ء

مکتبہ قاسمیہ

قرآن، حدیث، فقہ اور دیگر اسلامی موضوعات پر اعلیٰ کتب

پاکستان سمیت دنیا بھر میں ڈیلیوری کی سہولت!

- مناسب قیمت
- مستند اور معیاری کتب
- فوری ترسیل

ابھی آرڈر کیجئے

0321-4432106

DESIGNED BY: 03132065948

ہر قسم کی دینی و علمی کتابوں کا مرکز

مکتبہ قاسمیہ

الفضل مارکیٹ ○ ۱۷-اُردو بازار ○ لاہور

0321-4432106 | 042-37232536

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعاء حضرتِ اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 15 جمادی الاولیٰ ۱۴۴۷ھ ــــــــ نومبر 2025ء شمارہ 5

زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ

مدیرِ مسئول: مولانا محمد سلیمان بن محمد یوسف صاحب

مجلس مشاورت

- حضرت مولانا عثمان صاحب
- حضرت مولانا عامر رشید صاحب
- حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

- مفتی محمد اسامہ
- مولانا ذوالکفل
- حافظ فہد اعوان

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقوی جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور

فون نمبر: 04237414665 : 03214432142

سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

Email Address

Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ : 100 روپے

سالانہ بدل بمع ڈاک خرچ 1500 روپے

مقام اشاعت

جامع مسجد الہلال

چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر

1591001820660001

ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ

ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

فہرست

جمادی الاولیٰ ۱۴۴۷ھ ـــــــ نومبر 2025ء

حصہ	عنوان	مصنف	صفحہ
حرفِ اولیں	سرحدیں نہیں، رشتے	محمد سلیمان بن محمد یوسف	5
درسِ قرآن	ہر زمانے کے لیے قوتِ دفاع	مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ	8
مقالات و مضامین	زبان اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمت	حضرت مولانا اویس احمد صاحب	11
	علماو مصلحین امت اور ان کے فتنے	حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ	15
	امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ اور ماہر محدث کے اوصاف و انعامات	مولانا جواد الٰہی	19
	عقائد متعلقہ عالم آخرت	مفتی ڈاکٹر عبد الواحدؒ	23
	موسمِ سرما مومن کے لیے بہارِ عبادت	مولوی فہد اعوان	26
	اہلِ مدارس اور علمائے کرام کے لئے لمحہ فکریہ	مفتی محمد نعیم میمن	29
	غزوۂ مؤتہ	ابو عثمان	33
	پردہ ایمان کی علامت، بے پردگی ایمان کی کمزوری	بنت طاہر	36
	اسلام میں گود لینے کا مسئلہ	مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی	39
قسط وار مضامین	گلدستہ ارشادات و مکتوبات حضرت جیؒ	مولانا ذو الکفل صاحب	45
	نکلتے سورج کا ملک جزائر فیجی کا ایک سفر	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ	47
	سوانح: داعی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خاں مہاجر مدنیؒ	ادارہ	51
	رسائل الشیخ سعید احمد خانؒ	مولانا سعید احمد خان مہاجر مدنی رحمۃ اللہ	55
دار الافتاء و التحقیق	تبصرہ کتب	تبصرہ نگار: مفتی محمد جریر اسعد	59
	آپ کے مسائل کا حل	دار الافتاء و التحقیق	61
اخبار الجامعہ	شب و روز	محمد سلیمان بن محمد یوسف	65

حرف اولیں

سرحدیں نہیں، رشتے

دنیا کی تاریخ اس سادہ مگر تلخ حقیقت کی گواہ ہے کہ مغربی استعماری و سیاسی مفادات نے ہمیشہ مسلمانوں کے اندرونی اختلافات سے فائدہ اٹھایا۔ اسلام نے امتِ مسلمہ کو اخوت، یکجہتی اور باہمی تعاون کا ایسا فریضہ سونپا ہے جو نہ صرف دینی تقاضا ہے بلکہ بقا کی ضرورت بھی ہے۔ ہمارے دور کے بزرگ ایمان والوں نے بارہا بتایا ہے کہ دشمن کی سیاست کا پہلا ہدف مسلمانوں کے اندر انتشار پیدا کرنا ہوتا ہے۔ یہی وہ پالیسی ہے جس کی وجہ سے بعض قوتیں آج پاکستان اور افغانستان کو بھی ایک دوسرے کے خلاف کھڑا دیکھنا چاہتی ہیں۔ سرحدی تنازعات، ، اور دہشت گردی کے مسئلے اکثر اسی سازش کا حصہ بن کر دونوں ملکوں کی توانائیاں کھا جاتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ دونوں ملک اپنی تاریخی، مذہبی اور ثقافتی رشتوں کو مضبوط کریں، مفاہمت اور اعتماد کی فضا قائم کریں اور سرحدی تعاون کو سفارتی، معاشی اور عوامی سطح پر فروغ دیں یہی حقیقی جیت ہے جو دشمن کی سازش کو ناکام بنائے گی۔

قرآنِ کریم نے واضح الفاظ میں تنبیہ کردی ہے:

"لَنْ تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ" (البقرہ: 120)

یہ پیغام ہمیں یاد دلاتا ہے کہ دشمن اپنی شکل بدل سکتا ہے مگر مقصد ایک ہی رہتا ہے: امتِ مسلمہ کو منتشر اور کمزور کرنا۔ اس آگاہی کا مطلب بصیرت سے کام لیتے ہوئے اپنے قومی و دینی مفادات کا دفاع کرنا اور اندھے اعتماد سے پرہیز کرنا ہے۔

مشرق و مغرب کی سازشیں جب سرحدی جھڑپوں، اور دہشت گردی کی شکل میں نمایاں ہوتی ہیں تو

آسانی سے سمجھ آجاتا ہے کہ پاکستان اور افغانستان کے مابین گذشتہ سالوں کی کشیدگیاں محض اتفاق نہیں تھیں، بلکہ اُن قوتوں کا منصوبہ جو اسلامی قوتوں کو اندرونی طور پر کمزور دیکھنا چاہتی ہیں۔ اس پس منظر میں ضروری ہے کہ دونوں ممالک نفرت وشک کو پیچھے رکھ کر امن واعتماد کی نئی فضا قائم کریں؛ کیونکہ یہ پورے خطے کی ترقی کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

دوسری طرف یہ بات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں کہ پاکستانی فوج نے وطن کی سرحدوں کی حفاظت اور داخلی استحکام کے لیے لازوال قربانیاں دی ہیں۔ دہشت گردی کے مقابلے میں اس کی بے مثال جرات اور حکمتِ عملی نے ملک کو اندرونی انتشار سے بچایا اور عوام کو سکون وتحفظ کا احساس بخشا قوم کو اپنی افواج پر فخر ہونا چاہیے، کیونکہ یہی ادارہ نظم وضبط اور قومی دفاع کا مظہر ہے وہی قوت ہے جس نے بروقت حکمتِ عملی، پیشہ ورانہ مہارت اور قومی عزم سے درپردہ سازشوں کو ناکام کیا اور بسا اوقات بیرونی جارحیت اور اشتعال انگیزی کے مقابلے میں بھی مضبوطی دکھائی البتہ یہ بھی سچ ہے کہ صرف فوجی قوت اکیلی کامیابی کا ضامن نہیں، حقیقی استحکام کے لیے سول اداروں، عسکری قیادت اور عوامی شعور کے درمیان ہم آہنگی ضروری ہے، تاکہ سیاسی اور سماجی اختلافات خونریز تصادم میں تبدیل نہ ہوں۔ اسی سنجیدگی اور بصیرت کے تحت ریاست اور عوامی تحریکوں کے مابین گفت وشنید، تحمل اور ریاست کی مثبت پالیسی ہی وہ راستہ ہے جو ملک کو پائیدار امن کی طرف لے جائے گا اور اسی ہم آہنگی کی بدولت ہماری مسلح افواج اپنی بہادری اور تدبیر سے نہ صرف دہشت گردی کو جڑ سے ختم کر رہی ہیں بلکہ خطّے میں کسی بھی مذموم ارادے کو مؤثر طریقے سے پسپا کرنے کی صلاحیت بھی برقرار رکھتی ہیں۔

آج امت کو بیرونی دشمن سے زیادہ خطرہ اندرونی انتشار سے ہے۔ اگر پاکستان، افغانستان اور دیگر مسلم ممالک نے اتحاد کا مظاہرہ نہ کیا تو دشمن ہمیں ایک ایک کر کے نگل جائے گا۔ وقت آگیا ہے کہ مسلمان صرف جذبات سے نہیں، عمل سے بھی امت واحدہ بن کر دنیا کے سامنے آئیں۔" حاصلِ کلام یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کو دو شے یکے بعد دیگرے کرنے کی ضرورت ہے: اوّل، باہمی اعتماد، مکالمہ اور عملی تعاون کی بنیادوں کو مضبوط کرنا؛ دوم، قومی خودمختاری کیلئے دفاعی واقتصادی طاقت تیار کرنا۔ دشمن کی چالیں بار بار ناپنے اور سمجھنے کے قابل ہیں لیکن ان کا مقابلہ صرف اس وقت ممکن ہے جب ہم اپنے اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر مشترکہ مفاد کو مقدم رکھیں۔ یہی قرآن وسنت کی روشنی میں حقیقی حکمتِ عمل اور امت کا مستقبل ہے۔ اللہ تعالیٰ

ہمیں اتحاد، بصیرت اور عمل کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے دین، وطن اور عزت کی حفاظت کر سکیں۔ آمین۔

محترم قارئین!

جیسا کہ قرآنِ مجید میں واضح فرمایا گیا ہے کہ "یہود و نصاریٰ تمہارے خیر خواہ نہیں ہو سکتے"، یہی حقیقت آج کے حالات میں پوری طرح آشکار ہو چکی ہے۔ غزہ کی تازہ ترین صورتِ حال نے امتِ مسلمہ کو مزید بیدار اور سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔ نام نہاد عالمی طاقتوں اور امن کے دعویدار رہنماؤں نے بارہا جنگ بندی کے معاہدوں کا اعلان تو کیا، مگر ہر بار یہ معاہدے الفاظ کی حد تک ہی محدود رہے۔ عملی طور پر ان کا انجام صرف غزہ کے مظلوم عوام کے لیے مزید خون ریزی اور تباہی کی صورت میں نکلا۔ یہود کی طرف سے جنگ بندی کی مسلسل خلاف ورزیاں اور عالمی قیادت کی مجرمانہ خاموشی اس حقیقت کا اعلان ہیں کہ امن اور انصاف کے یہ نعرے محض سیاسی فریب ہیں۔ بے گناہ بچوں، عورتوں اور معصوم شہریوں پر ہونے والا ظلم یہود کے ماتھے پر بدنما داغ بن چکا ہے۔ افسوس کہ عالمی ادارے، جو انصاف کے محافظ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، انہی اصولوں کو پامال کرتے نظر آتے ہیں۔ غزہ کی سرزمین آج اس بات کی گواہ ہے کہ طاقتور کی دنیا میں کمزور کے لیے نہ انصاف باقی رہا ہے نہ امن۔ امتِ مسلمہ کے لیے اب وقت آ گیا ہے کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرے، اور ان کھوکھلے نعروں کے فریب سے نکل کر اپنے حقیقی دشمن کو پہچانے۔ وہ وقت دور نہیں اتحاد اور اتفاق کی برکت سے مسلم ممالک دشمن کی چال بازی کو خاک میں ملا دے گا۔ شکست اور ناکامی یہود کا مقدر ہو کر رہے گی۔ ان شاء اللہ

اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ کو مضبوط دفاع عطا فرمائے تاکہ وہ دشمن کی ہر چال کا ادراک رکھتے ہوئے وطن و قوم کی حفاظت اور استحکام قائم رکھ سکے۔

والسلام

محمد سلیمان

مدیر مسؤل

***

درسِ قرآن: انوار البیان
از: مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ

ہر زمانے کے لیے قوتِ دفاع

۞... سورۃ احزاب ...۞... آیت نمبر 40 ۞

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِo

وَأَعِدُّواْ لَهُم مَّا ٱسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ ٱلْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِۦ عَدُوَّ ٱللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَءَاخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ٱللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَىْءٍ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَo

ترجمہ: ”اور ان کے مقابلہ کے لیے تیاری کرو جو کچھ تم سے ہو سکے قوت سے بھی اور پلے ہوئے گھوڑوں سے بھی، اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان لوگوں کو جو ان کے علاوہ ہیں ڈراتے رہو تم ان کو نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے۔ اور جو بھی کوئی چیز تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔“

تفسیر:

دشمنوں سے مقابلہ کے لیے سامان حرب تیار رکھو اور انہیں ڈراتے رہو ان آیات میں اول تو کافروں کو تنبیہ فرمائی کہ یہ کفار جو جنگ کے موقعہ پر بچ کر نکل گئے مقتول بھی نہ ہوئے اور قید میں بھی نہ آئے یہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہم ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے اور بچ نکلے تو کامیاب ہو گئے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقتی طور پر بچ جانا مستقل بچاؤ نہیں ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں وہ اسے عاجز نہیں کر سکتے، وہ

چاہے گا تو دنیا میں بھی انہیں عقوبت میں مبتلا فرمائے گا اور آخرت میں تو بہر حال ہر کافر کے لیے سخت سزا ہے جس کا بیان قرآن مجید میں بار بار کیا گیا ہے۔

اس کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ تم سے جو بھی کچھ ہو سکے دشمنوں سے لڑنے اور ان کا دفاع کرنے کے لیے ہر طرح کی قوت تیار رکھو۔ لفظ (مَّا اسْتَطَعْتُمْ) بہت عام ہے ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق تیاری کرنے کو شامل ہے اور مِنْ قُوَّةٍ بھی نکرہ ہے یہ بھی عام ہے اور ہر قسم کی قوت جمع کرنے کو اس کا عموم شامل ہے، جس طرح کے ہتھیاروں کی جس زمانہ میں ضرورت ہو ان سب کا بنانا فراہم کرنا اور دوسری ہر طرح کی قوتیں اتحاد و اتفاق اور باہمی مشورہ یہ سب لفظ (مِنْ قُوَّةٍ) میں داخل ہیں۔ نیز (وَ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ) فرما کر پلے ہوئے گھوڑے تیار رکھنے کا بھی حکم فرمایا آیت بالا میں جو مِنۡ قُوَّةٍ فرمایا کہ جہاں تک ممکن ہو ہر طرح کی قوت تیار کرو اس کی تفسیر فرماتے ہوئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (اَلَآ اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ۔ اَلَآ اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ۔ اَلَآ اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ) یعنی قوت تیر پھینکنا ہے۔ تین بار ایسا ہی فرمایا۔ (رواہ مسلم ص ١٤٢ ج ١) اور تیر پھینکنے کی قوت اس لیے فرمایا کہ اس میں دور سے دشمن پر حملہ کیا جا سکتا ہے۔ دو بدو سامنے آ جائیں تو تلوار ہی سے لڑنا پڑے گا اور دور سے مقابلہ ہو تو دور ہی سے تیر اندازی کر کے دشمن کو پسپا کیا جا سکتا ہے اسی لیے غزوۂ بدر کے موقعہ پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرات صحابہ سے فرمایا کہ جب دشمن تمہارے قریب آ جائیں تو تیر مارنا اور اپنے تیروں کو حفاظت سے رکھنا۔ (رواہ البخاری ص ٥٦٧) مطلب یہ ہے کہ جب دشمن دور ہے تو اپنے تیروں کو پھینک کر ضائع نہ کرو کیونکہ وہ زمین میں گر جائیں گے۔ جب دشمن اتنا قریب آ جائے کہ ان کو تیر لگ سکے تو ان پر تیروں کی بوچھاڑ کر دو رہا مسئلہ تلوار سے قتل کرنے کا تو جب بالکل سامنے آ جائیں تو پھر جم کر تلوار کے ذریعہ جنگ کی جائے۔

اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ کا عموم دور حاضر کے بموں کو بھی شامل ہے آنحضرت سرور عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو اَلَآ اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ فرمایا اور لفظ رمی کا مفعول ذکر نہیں کیا اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ پھینکنے کی جب کبھی کوئی چیز ایجاد ہو جائے وہ سب قوت کے مفہوم میں داخل ہو گی اور مسلمانوں کو اس کے حاصل کرنے پر اہتمام کرنا بھی لازم ہو گا۔ جدید ہتھیار میزائل، بم سب اسی عموم میں داخل ہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ بحکم (وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ) ہر طرح کے جدید ہتھیار تیار کر لیں اور خود بنائیں۔ ضرورت پڑے تو دوسروں سے بھی خرید سکتے ہیں لیکن صرف خریداری ہی پر موقوف نہ رکھیں آج کل تو جدید اسلحہ بنانے والے

اہل کفر ہی ہیں اور کفر ملت واحدہ ہے۔ وہ کافروں کو پہلے دیں گے اور زیادہ دیں گے اور مسلمانوں کو اگر چاہیں گے تو تھوڑے ہتھیار دیں گے اور قیمت بہت زیادہ لیں گے۔ مسلمانوں کی یہ کتنی بڑی غفلت ہے کہ اہل کفر سے ہتھیار خریدتے ہیں اور خود نہیں بناتے اور اہل کفر کو اپنے اوپر مسلط کر رکھا ہے، وہ مجبور کرتے ہیں کہ تم کیا بنا رہے ہو ہمیں دکھاؤ۔ اس کا معنی یہ ہے کہ اپنی حیثیت کچھ بھی نہیں، یہ بہت بڑی بھول ہے۔ اسلام نے برتر ہو کر زندہ رہنا بتایا ہے۔ کافروں کے سامنے جھکنے اور انہیں اپنا راز دار بنانے کی اجازت نہیں دی۔ اپنی قوت تیار رکھنے کا حکم دینے کے بعد فرمایا (تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ) (اس کے ذریعہ تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو ڈراتے رہو) جب طاقت ہوگی اور دشمنوں کو اس کی خبر ہوگی تو وہ تم سے ڈرتے رہیں گے اور حملہ آور ہونے کی ہمت نہ کریں گے۔ (وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ) جو فرمایا اس کے بارے میں حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ اس سے یہود کا قبیلہ بنو قریظہ مراد ہے اور حضرت حسن نے فرمایا کہ اس سے منافقین مراد ہیں جو مسلمانوں میں مل جل کر رہتے ہیں اور اندر سے دشمن ہیں ان کو تمہاری طاقت کا پتہ ہوگا تو خود بھی ڈریں گے اور دوسروں کو بھی حملہ کرنے کی دعوت نہ دیں گے اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے فارس اور روم کے کافر مراد ہیں۔ جن سے نزول قرآن کے وقت تک مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ بعد میں حضرات صحابہ نے ان کو شکست دی اور ان کے ممالک فتح کیے۔ (لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ) میں اس طرف اشارہ ہے، پھر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ (وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ) (اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تمہیں اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہ ہوگا) یعنی ایسا نہ ہوگا کہ ثواب ضائع کر دیا جائے۔ چونکہ ہتھیار تیار کرنے میں مال خرچ ہوتا ہے اور گھوڑے پالنے میں بھی خرچہ کرنا پڑتا ہے اور جہاد میں شریک ہونے کے لیے بھی مال کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے ہتھیاروں کی تیاری کا حکم دینے کے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو بھی کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے اس سب کا پورا پورا اجر پاؤ گے۔

***

زبان اللہ رب العزت کی عطا کردہ نعمت

حضرت مولانا اویس احمد دامت برکاتہم العالیہ

زبان اللہ رب العزت کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت ہے۔ یہ بات کرنے کی ایسی مشین ہے جو پیدائش سے لے کر مرتے دم تک انسان کا ساتھ دیتی ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اس نعمت کی قدردانی کرتے، اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے، اور زبان کو اللہ کے ذکر اور اس کی حمد و ثنا کے لیے استعمال کرتے؛ مگر افسوس! ہم نے اسے دوسروں کی ایذا رسانی کے لیے بے دریغ استعمال کیا۔

زبان کا بے ہودہ، غلط اور ناجائز استعمال خواہ کسی بھی شکل میں ہو، گالی کہلاتا ہے۔ فیروز اللغات کے مطابق گالی بدزبانی اور فحش گوئی کا نام ہے۔ مذہبِ اسلام نے گالی کو سنگین جرم اور بدترین گناہ قرار دیا ہے۔ مگر افسوس کہ آج ہمارے معاشرے میں گالی گلوچ کا چلن دن بہ دن عام ہوتا جا رہا ہے۔

معصوم بچے جب توتلی زبان میں گالی دیتے ہیں تو والدین کو بہت پیارے لگتے ہیں، مگر جب یہی بچے بڑے ہو کر وہی گالیاں دہراتے ہیں تو والدین غصے سے لال پیلے ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ کہاں سے سیکھ کر آیا ہے؟ دنیا بھر میں گالی دینا ایک ناپسندیدہ اور غیر مہذب عمل سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات تو اس بارے میں بالکل واضح ہیں۔

حدیثِ پاک کا مفہوم ہے: ”مسلمان کو گالی دینا فسق (نافرمانی) ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے۔“ (صحیح البخاری)

بلاشبہ گالی وہ فتنہ ہے جو لوگوں کو کبیرہ گناہوں میں مبتلا کر کے قتل و غارت گری تک پہنچا دیتی ہے اور دنیا و آخرت دونوں کی تباہی و بربادی کا باعث بن جاتی ہے۔ کوئی بھی سلیم الفطرت شخص مذاق میں بھی گالی نہیں

دے سکتا اور نہ ہی گالی سن سکتا ہے۔

گالی چاہے عام انسان کو دی جائے یا خاص کو، جانوروں کو دی جائے یا بے جان چیزوں کو، زمانے کو یا حکمرانوں کو یا کسی اور مخلوق کو، ہر صورت میں نہایت مذموم اور قبیح عمل ہے۔ لیکن افسوس! مسلم ملکوں اور معاشروں میں مسلمان کہلوانے والے ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ، والدین، اپنی بیوی، بچوں یا کسی بھی مخلوق کو گالیاں دینے سے نہیں چوکتے۔

کچھ لوگ تو بغیر سوچے سمجھے ایسی گالیاں بھی بک جاتے ہیں کہ اگر ان کے معنی و مفہوم پر غور کیا جائے تو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان صادق آتا ہے: ”بلاشبہ بندہ کبھی اللہ کی رضا مندی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی طرف اسے دھیان بھی نہیں ہوتا، اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بہت سے درجات بلند فرما دیتا ہے۔ اور بلاشبہ بندہ کبھی اللہ کی نافرمانی کا کوئی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے کہ جس کی طرف اس کا دھیان بھی نہیں ہوتا، اور اس کی وجہ سے وہ دوزخ میں گرتا چلا جاتا ہے“ (مشکوٰۃ: 411)

دینِ اسلام میں گالی گلوچ کی کوئی گنجائش نہیں، اور اس کی مذمت میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں جن کا احاطہ یہاں ممکن نہیں۔ بس گالی دینے والے کے لیے اتنا جان لینا کافی ہے کہ اگر اس کی نیکیاں پہاڑ کے برابر بھی ہوں، تو قیامت کے دن وہ مفلس ہوگا۔ ایک موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا:

”کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہے؟“ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ درہم و دینار ہوں اور نہ ساز و سامان۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا، مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بہتان تراشی کی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، یا کسی کو مارا ہوگا۔ چنانچہ ان مظلوموں کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی۔ پھر اگر نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے، اور اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“ (صحیح مسلم)

آج اس دنیا میں کوئی مالدار ہے تو کوئی مفلس، مگر گالی گلوچ کرنے والا دنیا و آخرت دونوں میں مفلس ہی رہے گا کیونکہ اس کی ساری نیکیاں دوسروں میں تقسیم ہو جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی مفلسی سے بچائے۔ آمین۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ بولنے والے شخص کو منافق قرار دیتے ہوئے فرمایا:

"چار عادتیں ایسی ہیں کہ اگر یہ چاروں کسی ایک شخص میں جمع ہو جائیں تو وہ پکا منافق ہے":

(جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، جب معاہدہ کرے تو اسے پورا نہ کرے، اور جب کسی سے لڑے تو گالی گلوچ پر اتر آئے۔ اور اگر کسی میں ان میں سے ایک عادت بھی ہے تو اس کے اندر نفاق کی ایک شاخ ہے، جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔" (صحیح بخاری)

آپ ﷺ نے فرمایا:

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منع کیے ہوئے کاموں سے باز رہے۔" (متفق علیہ)

آج مسلمان سود کی قباحت کو جانتے ہوئے سود سے تو بچتا ہے، مگر اپنے مسلمان بھائی کو گالی دینے سے نہیں بچتا، حالانکہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"بلاشبہ سب سے بڑے سود میں سے یہ بھی ہے کہ ناحق کسی مسلمان کی آبروریزی کے بارے میں زبان درازی کی جائے۔" (مشکوٰۃ المصابیح: 429، بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بڑے گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا کوئی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:" ہاں، کوئی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، اور کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ گالی دیتے تھے، نہ بدگو، نہ بدخو، اور نہ لعنت ملامت کرنے والے تھے۔ اگر کسی پر ناراض ہوتے تو اتنا فرماتے:" اسے کیا ہو گیا ہے؟ اس کی پیشانی میں خاک لگے!" (صحیح بخاری)

قرآنِ مجید میں گالی دینے کی ممانعت:

"اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، ورنہ وہ براہِ جہل اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔" (سورۃ الانعام)

گالی دینے والا اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے گر جاتا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:" جب میری امت آپس میں

گالی گلوچ اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔“(ترمذی)

محترم قارئین! گالی کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کی گئی مندرجہ بالا تفصیل کے بعد یہ کہنا پڑتا ہے کہ بدقسمتی سے گالی دینا ہمارے معاشرے کا ایک فیشن بن چکا ہے۔ باتوں باتوں میں ایک دوسرے کو طرح طرح کی گالیاں دینے کا عام رواج ہے۔ حد تو یہ ہے کہ آمنے سامنے بیٹھے ہوئے بھی ایک دوسرے سے انتہائی فحش، بیہودہ اور واہیات الفاظ استعمال کرتے ہیں، مگر کوئی اس کو برا محسوس نہیں کرتا، نہ اسے گناہ سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ ایسے الفاظ بولتے ہوئے ان کے چہروں پر مسکراہٹ اور خوشی کے آثار ہوتے ہیں، اور نہ ہی کسی فریق کو اس پر شرمندگی یا غصہ محسوس ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس قبیح عمل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے، اور دنیا و آخرت کی ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

***

مختصر وقت بیٹھے

حضرت انس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبادت تو بس اتنی دیر ہے جتنی دیر کہ اونٹنی کا دودھ دوہنے کے درمیان مختصر سا وقفہ کیا جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کی افضل عیادت اس میں ہے کہ عیادت کے بعد جلدی اٹھ جائے۔

علما و مصلحین امت اور ان کے فتنے

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

سب سے بڑا صدمہ اس کا ہے کہ مصلحین کی جماعتوں میں جو فتنے آج کل رونما ہو رہے ہیں، نہایت خطرناک ہیں، تفصیل کا موقعہ نہیں، لیکن فہرست کے درجہ میں چند باتوں کا ذکر ناگزیر ہے۔

مصلحت اندیشی کا فتنہ:

یہ فتنہ آج کل خوب برگ و بار لا رہا ہے کوئی دینی یا علمی خدمت کی جائے اس میں پیش نظر دنیاوی مصالح رہتے ہیں اس فتنہ کی بنیاد نفاق ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سی دینی و علمی خدمات برکت سے خالی ہیں۔

ہر دلعزیزی کا فتنہ:

جو بات کہی جاتی ہے اس میں یہ خیال رہتا ہے کہ کوئی بھی ناراض نہ ہو سب خوش رہیں، اس فتنہ کی اساس حب جاہ ہے۔

اپنی رائے پر جمود و اصرار اپنی بات کو صحیح وصواب اور قطعی و یقینی سمجھنا:

دوسروں کی بات کو درخور اعتناء اور لائق التفات نہ سمجھنا، بس یہی یقین کرنا کہ میرا موقف سو فیصد حق اور درست ہے اور دوسرے کی رائے سو فیصد غلط اور بے باطل۔ یہ اعجاب بالرائے کا فتنہ ہے اور آج کل سیاسی جماعتیں اس مرض کا شکار ہیں۔ کوئی جماعت دوسرے کی بات سننا گوارا نہیں کرتی، نہ حق دیتی ہے کہ ممکن ہے کہ مخالف کی رائے کسی درجہ میں صحیح ہو یا یہ کہ شاید وہ بھی یہی چاہتے ہوں جو ہم چاہتے ہیں، صرف تعبیر اور عنون کا فرق یا الاہم فالاہم کی تعیین کا اختلاف ہو۔

سوءِ ظن کا فتنہ:

ہر شخص یا ہر جماعت کا خیال یہ ہے کہ ہماری جماعت کا ہر فرد مخلص ہے اور ان کی نیت بخیر ہے اور باقی تمام جماعتیں جو ہماری جماعت سے اتفاق نہیں رکھتیں، وہ سب خود غرض ہیں ان کی نیت صحیح نہیں، بلکہ اغراض پر مبنی ہیں، اس کا منشا بھی عجب و کبر ہے۔

سوءِ فہم کا فتنہ:

کوئی شخص کسی مخالف کی بات جب سن لیتا ہے تو فوراً اسے اپنا مخالف سمجھ کر اس سے نہ صرف نفرت کا اظہار کرتا ہے بلکہ مکروہ انداز میں اس کی تردید فرض سمجھی جاتی ہے۔ مخالف کی ایک ایسی بات میں جس کے کئی محمل اور مختلف توجیہات ہوسکتی ہیں، وہی توجیہ اختیار کریں گے جس میں اس کی تحقیر و تذلیل ہو کیا ان بعض الظن اثم" (یقیناً بعض گمان گناہ ہیں) اور ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث (بدگمانی سے بچا کرو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے اور بڑے بڑے جھوٹ اسی سے پیدا ہوتے ہیں) کی نصوص مرفوع العمل ہوچکی ہیں؟

بہتان طرازی کا فتنہ:

مخالفین کی تذلیل و تحقیر کرنا بلا سند ان کی طرف گھناؤنی باتیں منسوب کرنا۔ اگر کسی مخالف کی بات ذرا بھی کسی نے نقل کر دی بلا تحقیق اس پر یقین کر لینا اور مزے لے لے کر محافل و مجالس کی زینت بنانا بالفرض اگر خود بہتان طرازی نہ بھی کریں، دوسروں کی سنی سنائی باتوں کو بلا تحقیق صحیح سمجھنا کیا یہ نص قرآنی " ان جاء کم فاسق بنباء فتبینوا الآیۃ (اگر آئے تمہارے پاس کوئی گناہ گار خبر لے کر تو تحقیق کرلو) کے خلاف نہیں؟

جذبہ انتقام کا فتنہ:

کسی شخص کو کسی شخص سے عداوت و نفرت یا بدگمانی ہے، لیکن خاموش رہتا ہے لیکن جب ذرا اقتدار مل جاتا ہے طاقت آجاتی ہے تو پھر خاموشی کا سوال پیدا نہیں ہوتا، گویا یہ خاموشی معافی اور درگزر کی وجہ سے نہیں تھی، بلکہ بیچارگی و ناتوانی اور کمزوری کی وجہ سے تھی جب طاقت آگئی تو انتقام لینا شروع کیا، رحم و کرم اور عفو و درگذر سب ختم۔

حب شہرت کا فتنہ:

کوئی دینی یا علمی یا سیاسی کام کیا جائے، آرزو یہی ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ داد ملے اور حسین وآفرین کے نعرے بلند ہوں درحقیقت اخلاص کی کمی یا فقدان سے اور خودنمائی وریاکاری کی خواہش سے یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے صحیح کام کرنے والوں میں یہ مرض پیدا ہوگیا اور درحقیقت یہ شرک خفی ہے حق تعالیٰ کے دربار میں کسی دینی یا علمی خدمت کا وزن اخلاص سے ہی بڑھتا ہے اور یہی تمام اعمال میں قبول عنداللہ کا معیار ہے اخبارات، جلسے جلوس، دورے زیادہ تر اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔

خطابت یا تقریر کا فتنہ:

یہ فتنہ عام ہوتا جا رہا ہے کہ لن ترانیاں انتہا درجہ میں ہوں عملی کام صفر کے درجہ میں ہوں، قوالی کا شوق دامن گیر ہے، عمل وکردار سے زیادہ واسطہ نہیں۔ "لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند الله ان تقولوا مالا تفعلون"۔ ترجمہ:۔ کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے، بڑی بیزاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو"۔ (ترجمہ شیخ الہند) خطیب اس انداز سے تقریر کرتا ہے گویا تمام جہاں کا درد اس کے دل میں ہے، لیکن جب عملی زندگی سے نسبت کی جائے تو درجہ صفر ہوتا ہے۔

پروپیگنڈا کا فتنہ:

جو جماعتیں وجود میں آئی ہیں، خصوصاً سیاسی جماعتیں ان میں غلط پروپیگنڈا اور واقعات کے خلاف جوڑ توڑ کی وبا اتنی پھیل گئی ہے جس میں نہ دین ہے اور نہ اخلاق نہ عقل ہے نہ انصاف، محض یورپ کی دین باختہ تہذیب کی نقالی ہے اخبارات اشتہارات ریڈیو ٹیلی ویژن، تمام اس کے مظاہر ہیں۔

مجلس سازی کا فتنہ:

چند اشخاص کسی بات پر متفق ہو گئے یا کسی جماعت سے اختلاف رائے ہو گیا، فوراً اخبار نکالا جاتا ہے بیانات چھپتے ہیں کہ اسلام اور ملک، بس ہماری جماعت کے دم قدم سے باقی رہ سکتا ہے۔ نہایت دل کش عنوانات اور جاذب نظر الفاظ وکلمات سے قرار دادیں اور تجویزیں چھپنے لگتی ؟ ہیں امت میں میں تفرق وانتشار اور گروہ بندی کی آفت اسی راستے سے آئی ہے۔

عصبیت جاہلیت کا فتنہ:

اپنی پارٹی کی ہر بات خواہ وہ کیسی ہی غلط ہو اس کی حمایت وتائید کی جاتی ہے اور مخالف کی ہر بات پر تنقید کرنا سب سے اہم فرض سمجھا جاتا ہے مدعیٔ اسلام جماعتوں کے اخبار ورسائل، تصویریں کارٹون سینما کے اشتہار سود اور قمار کے اشتہار اور گندے مضامین شائع کرتے ہیں، مگر چونکہ "اپنی جماعت کے حامی ہیں، اس لئے جاہلی تعصب کی بنا پر ان سب کو بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے الغرض جو اپنا حامی ہو وہ تمام بدکرداریوں کے باوجود پکا مسلمان ہے اور جو اپنا مخالف ہو اس کا نماز روزہ کا بھی مذاق اڑایا جاتا ہے۔

حب مال کا فتنہ:

حدیث میں تو آیا ہے کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے حقیقت میں تمام فتنوں کا قدر مشترک حب جاہ یا حب مال ہے بہت سے حضرات"ربنا آتنافي الدنيا حسن ※" کو دنیا کی جستجو اور محبت کے لئے دلیل بناتے ہیں حالانکہ بات واضح ہے کہ ایک ہے دنیا سے تعلق اور ضروریات کا حصول، اس سے انکار نہیں، نیز ایک ہے طبعی محبت، جو مال اور آسائش سے ہوتی ہے، اس سے بھی انکار نہیں، مقصد تو یہ ہے کہ جب دنیا یا حب مال کا اتنا غلبہ نہ ہو کہ شریعت محمدیہ اور دین اسلام کے تمام تقاضے ختم یا مغلوب ہو جائیں، اقتصاد واعتدال کی ضرورت ہے، عوام سے شکایت کیا کی جائے ، آج کل عوام سے یہ فتنہ گزر کر خواص کے قلوب میں بھی آرہا ہے، الا ماشاء اللہ! اس فتنے کی تفصیلات کے لئے ایک طویل مقالے کی ضرورت ہے حق تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

❊❊❊

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ اور ماہر محدث کے اوصاف وانعامات

جواد الٰہی
شعبہ تخصص فی علوم الحدیث
جامعہ دار التقوی، لاہور

اس تحریر میں امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ (متوفی 256ھ) کے بیان کردہ ان اوصاف وخصائص کا ترجمہ کیا گیا جنہیں امام بخاریؒ نے » محدث « کے لئے ناگزیر قرار دیا ہے۔اس میں جو اوصاف مذکور ہیں ان میں سے بعض مفید ہیں لیکن ان کا تعلق امام بخاریؒ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے جبکہ بعض ایسے ہیں جنہیں ہمارے ہاں عموما نظر انداز کردیا جاتا ہے لیکن چونکہ ان میں سے اکثر اوصاف محدثین، علماء، اساتذہ، طلبہ اور علمِ حدیث سے شغف رکھنے والے افراد کے لئے یکساں مفید ونفع مند ہیں اور یہ منتہی ومبتدی دونوں کے لئے مشعلِ راہ ہیں اس لئے انہیں افادہ عام کے لئے یہاں پیش کیا جارہا ہے۔

امام بخاریؒ کے بیان کردہ یہ اوصاف علامہ جمال الدین مزیؒ (متوفی 742ھ) نے اپنی ضخیم و بے مثال تالیف "تہذیب الکمال فی اسماء الرجال" (24/462) میں نقل کئے ہیں۔امام بخاریؒ نے پہلے یہ اوصاف اجمالاً نقل کئے ہیں اور پھر ان کی تشریح وتوضیح نقل کی ہے۔راقم الحروف نے بھی ترجمہ میں اس ہی ترتیب کوملحوظ رکھا گیا ہے۔اللہ تعالی ہمارے ہر عمل کو بارگاہِ ایزدی میں قبول فرمائے۔آمین

امام بخاریؒ اور ”محدث“

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کے کامل محدث ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ چار قسم کے لوگوں کی سوانح و تذکرے قلم بند کرے اور ان سے متعلق چار بنیادی معلومات تحریر کرے ۔ یہ بنیادی معلومات دوسری چار باتوں کی طرح بہت اہم و لازم ہیں ۔اس کے علاوہ چار قسم کی احادیث و روایات، چار اوقات میں، چار حالتوں میں، چار جگہوں میں، چار وجہ سے، چار قسم کے افراد سے حاصل کرے اور پھر انہیں چار قسم کی اشیاء پہ لکھے اور نقل کرے۔

اور یہ تمام رباعیات (چار رکنی اشیاء) تبھی مکمل ہوں گی جب اسے چار علوم میں دستگاہ حاصل ہو اور اسے رب ذوالجلال کی جانب سے چار بنیادی نعمتیں عطا کی گئی ہوں ۔ چنانچہ جب محدث مذکورہ تمام اصول وقواعد کی رعایت و پاسداری کرے گا تو اس کی چار بنیادی و اہم ضروریات بآسانی حل ہوجائیں گی اور (ہوسکتا ہے کہ) اسے چار قسم کے مصائب وآلام سے نبرد آزما ہونا پڑے ۔ اگر یہ ان مصائب وآلام میں ثابت قدم رہا اور اس نے صبر کا دامن تھامے رکھا تو رب ذوالجلال اسے دنیا میں چار نعمتوں سے نوازے گا اور آخرت میں بھی اس کے لئے چار انعامات کا وعدہ ہے۔

محدث ۔۔۔اوصاف وانعامات

امام بخاریؒ کے شاگرد امام ابو الولید العباس بن ابراہیم الہمذانیؒ نے جب امام بخاریؒ سے مذکورہ رباعیات کی تشریح وتوضیح دریافت کی تو آپؒ نے ارشاد فرمایا :

- وہ چار قسم کے حضرات ونفوس قدسیہ جن کے حالات وسوانح قلم بند کرنا ضروری ہیں وہ یہ ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات ، مراتب اور درجات ۔
تابعینؒ کے سوانح وتذکرے ۔
اور جملہ روایان حدیث کی تاریخ پیدائش و وفات اور احوال۔

- ان حضرات سے متعلق جو چار بنیادی معلومات جاننا ضروری ہیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

ان کے اسماء گرامی ۔کنیت ونسب نامہ ۔زمانہ (تاریخ ولادت و پیدائش)۔قیام گاہ (علاقہ وعلمی

اسفار)

چنانچہ جس طرح خطبہ میں حمد وثنا، دعا میں خشوع وخضوع، تلاوت کلام پاک سے پہلے بسم اللہ اور نماز میں تکبیر تحریمہ بہت اہم وضروری ہے اس طرح رجالِ حدیث ورواۃ کی معرفت میں نام، کنیت، زمانہ، اور قیام گاہ لازمی ولابدی امر ہے۔

(پھر فرمایا: محدث کو چاہیے)

□ چار قسم کی روایات واحادیث لکھے اور یاد کرے:

مسند (ایسی روایت جس میں بظاہر اتصال ہو۔) مرسل (ایسی روایت جس کی سند میں تابعی کے بعد کا راوی مذکور نہ ہو۔)

موقوف

(ایسی روایت جو صحابی کی طرف منسوب ہو۔) اور مقطوع (ایسی روایت جو تابعی کی طرف منسوب ہو۔)

□ چار زمانوں (ہروقت) میں حصولِ علم وارتقاء کا اہتمام رکھے:

بچپن، لڑکپن، جوانی، اور بڑھاپے میں

□ چار حالات (ہر حال) میں اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنالے:

مصروفیت، فراغت، فقیری، اور مالداری میں

اور اسے محض چار اسباب ووجوہات کی بنا پر حاصل کرے:

اللہ تعالی کی خوشنودگی ورضاجوئی کے لئے، عمل کی نیت سے، نشر واشاعت کے ارادہ سے، اور یہ علمی و قیمتی سرمایہ بعد والوں کے لئے محفوظ رکھنے کی خاطر سیکھے اور یاد کرے۔

□ اور چاروں قسم (ہر قسم) کے مشائخ ومحدثین سے یہ علم حاصل کرے:

بڑی عمر والے۔ ہم عصر۔ اپنے سے کم عمر والے سے۔ اور اگر والد (یا استاد) کی تحریر پہنچا تا ہے تو ان کی کتاب بھی حصولِ علم کا ذریعہ ہے۔

□ اور چار جگہوں پر (ہر ممکنہ ذریعہ کتابت کو بروئے کار لاتے ہوئے) اسے لکھے:

(۱) پتھروں (۲) چٹانوں (۳) چمڑوں (۴) یا جانور کے اوپر یا صحیفہ قرطاس

(کاغذ وغیرہ) پے لکھے اور نقل کرے

- یہ تمام مراحل تبھی مکمل کریگا جب اسے چار قسم کے علوم میں دستگاہ حاصل ہوگی:

علم اللغۃ،علم النحو،علم الصرف،علم الکتابۃ میں

- اور اس کے ساتھ ساتھ چار نعمتوں کا ہونا انتہائی ضروری ہے:

صحت وتندرستی۔طاقت۔حرص وجستجو۔اور حافظہ

چنانچہ جب محدث مذکورہ تمام اصول وقواعد کی رعایت و پاسداری کرے گا تو وہ

- چار بنیادی ضروریات کے مسائل و پریشانی سے آزاد ہوجائے گا:

(۱)اہل وعیال (۲)اولاد (۳)مال ودولت (۴)اور رہائش وغیرہ کی پریشانی سے مستغنی ہوجائے گا۔

- اور اب اسے حسبِ ذیل چار قسم کے مصائب وآلام پیش آسکتے ہیں:

اس پر آئی ہوئی تکلیف سے دشمن خوش ہونگے۔دوست واحباب اسے زجر وملامت کریں گے۔اور جاہل لوگ اسے طعن وتشنیع سے اذیت دیں گے۔

(کچھ عرصہ گذرنے پر) دیگر علماء ومحدثین اس سے حسد کریں گے۔

تاہم اگر یہ ان مصائب وتکالیف میں ثابت قدم رہا اور صبر کیا تو رب ذوالجلال اسے دنیا میں چار نعمتیں عطا کرے گا اور آخرت میں بھی اس کے لئے چار انعامات کا وعدہ ہے۔

چار دنیوی نعمتیں :

قناعت پسندی وکفایت شعاری۔ہیبت ووقار۔علم کی لذت وحلاوت۔اور لمبی عمر

چار اخروی انعامات :

قیامت میں جس کی چاہے سفارش وشفاعت کرے گا۔عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔اسے حوضِ کوثر کا جام پلایا جائے گا۔اور یہ انبیاء علیہم السلام کے پڑوس یعنی اعلی علیین میں مقام ومرتبہ پائے گا۔

***

عقائد متعلقہ عالم آخرت

ڈاکٹر مفتی عبد الواحد صاحبؒ

شفاعت کی حقیقت:

یہاں ایک بات انتہائی کام کی ہے اس کو یاد رکھا جائے کہ عوام انبیاء اور اولیاء کی شفاعت پر نازاں ہیں اور شفاعت کے غلط معنی سمجھ کر اللہ کو بھول گئے ہیں درحقیقت شفاعت کے معنی سفارش کے ہیں۔ دنیا میں سفارش کی کئی صورتیں ہیں مثلاً بادشاہ کی نگاہ میں چور کی چوری ثابت ہو جائے اور کوئی امیر یا وزیر اس کی سفارش کر کے سزا سے بچالے بادشاہ تو چور کو سزا ہی دینا چاہتا تھا جیسا کہ آئین وقانون ہے مگر امیر سے دب کر اسے چھوڑ دیتا ہے کیونکہ امیر رکن سلطنت ہے اور اس کی وجہ سے سلطنت میں دن رات ترقی ہو رہی ہے بادشاہ یہ خیال کر کے کہ اس امیر کو ناراض نہیں کرنا چاہیے ورنہ حکومت کے نظم ونسق میں گڑبڑ پیدا ہو جائے گی اور غصے کو پی جانا عین مناسب ہے چور کو معاف فرما دیتا ہے۔ اس قسم کی سفارش کو شفاعت وجاہت کہا جاتا ہے یعنی امیر کی جاہ وعزت کی وجہ سے اس کی بات مانی گئی۔ خدا کے ہاں شفاعت وجاہت قطعی طور پر ناممکن ہے۔ جو شخص کسی غیر اللہ کو اس قسم کا شفیع مان لے وہ قطعی مشرک ہے اور بڑا جاہل ہے۔ اس نے خدا کے معنی سمجھے ہی نہیں، شہنشاہ کی قدر ومنزلت پہچانی ہی نہیں۔ اس شہنشاہ (خداوند قدوس) کی تو یہ شان ہے کہ اگر چاہے تو لفظ کن سے کروڑوں نبی ولی، جن، فرشتے جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ایک آن میں پیدا کر دے اور ایک دم میں عرش سے فرش تک ساری کائنات کو زیر وزبر کر دے اور دوسرا عالم پیدا کر دے۔ اس کے تو

ارادے ہی سے ہر چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ اسے مادے کی اور سامان کی حاجت ہی نہیں۔ اگر آدم سے لے کر قیامت تک کے تمام انسان اور جن جبرئیل و پیغمبر جیسے ہو جائیں تو ان کی وجہ سے سلطنت میں کچھ بھی رونق نہ بڑھے گی اور اگر سب شیطان و دجال بن جائیں تو اس کی حکومت کی کچھ رونق بھی نہ گھٹے گی وہ ہر حال میں تمام بڑوں کا بڑا اور تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے نہ کوئی اس کا کچھ بگاڑ سکے اور نہ بنا سکے۔

سفارش کی دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شاہ زادہ، بیگم یا بادشاہ کا محبوب کھڑا ہو جائے اور چور کو سزا نہ دینے دے۔ بادشاہ اس کی محبت کی وجہ سے اسے ناراض نہ کرنا چاہے اور چور کو معاف فرما دے۔ اس کی سفارش کو شفاعت محبت کہا جاتا ہے۔ بادشاہ نے اس کی محبت سے مجبور ہو کر اس خیال سے کہ محبوب کی ناراضگی سے خود مجھے تکلیف پہنچے گی محبوب کی بات مان لی۔ خدا کے دربار میں یہ بات بھی ناممکن ہے اگر کوئی کسی نبی یا ولی کو اس قسم کا شفیع سمجھے وہ بھی پکا مشرک اور نرا جاہل ہے۔ وہ شہنشاہ اپنے بندوں کو کتنا ہی نوازے۔ کسی کو حبیب کسی کو کلیم، کسی کو روح اللہ اور کسی کو وجیہ کا خطاب عطا فرمائے اور کسی کو رسول کریم، مکین روح القدس اور روح الامین کے معزز القاب سے نوازے مگر مالک مالک ہی ہے اور غلام غلام ہی ہے۔ ہر ایک کا ایک مقام ہے جس سے آگے وہ نہیں بڑھ سکتا۔ غلام جس طرح اس کی رحمت سے متاثر ہو کر مسرت سے جھومتا ہے اسی طرح اس کی ہیبت سے بھی اس کا پتہ پانی ہوتا ہے۔

سفارش کی تیسری صورت یہ ہے کہ چور کی چوری تو ثابت ہو گئی مگر وہ پیشہ ور چور نہیں ہے بد قسمتی سے اس سے چوری سرزد ہو گئی۔ شرم کے مارے پانی پانی ہے۔ ندامت سے سر جھکا ہوا ہے۔ دن رات سزا کا خوف اسے کھا رہا ہے۔ آئین کی حرمت کو سر اور آنکھوں میں جگہ دیتا ہے اور خود کو سیہ کار، گنہگار اور سزا کا مستحق سمجھ رہا ہے۔ بادشاہ سے بھاگ کر کسی امیر یا وزیر کی طرف رخ نہیں کرتا۔ اور اس کے مقابلے میں کسی کی حمایت کا قائل نہیں، شب و روز بادشاہی کا منہ تک رہا ہے کہ سرکار عالی کے یہاں سے اس باغی گنہ گار کے لئے کیا سزا تجویز ہوتی ہے۔ بادشاہ کو اس کے حال زار پر ترس آجاتا ہے، اور اس سے درگزر کرنا چاہتا ہے مگر حرمت آئین کا لحاظ رکھنا چاہتا ہے کہ کہیں قانون کا احترام لوگوں کی نگاہ سے گر نہ جائے۔ اب کوئی امیر یا وزیر بادشاہ کا اشارہ پا کر سفارش کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے بادشاہ اس امیر کی عزت افزائی کے لئے بظاہر اس کی سفارش کا نام کر کے چور کا قصور معاف فرما دیتا ہے۔ امیر نے چور کی اس لئے سفارش نہیں کی کہ وہ اس کا رشتہ دار ہے یا دوست آشنا ہے یا اس کی حمایت کا اس نے ذمہ لے لیا تھا۔ بلکہ محض بادشاہ کی مرضی دیکھ کر

سفارش کے لئے کھڑا ہوا ہے۔اس قسم کی سفارش کو شفاعت بالاذن (اجازت ومرضی سے سفارش) کہا جاتا ہے۔دربار خداوندی میں اس قسم کی سفارش ہوگی۔قرآن پاک میں جس نبی یا ولی کی شفاعت کا بیان ہے وہ یہی شفاعت ہے لہذا ہر انسان کا فرض ہے کہ اللہ ہی کو پکارے اس سے ہر وقت ڈرتا رہے۔اس سے گناہوں کی معافی مانگتا رہے۔اس کے آگے گناہوں کا معترف رہے۔اسی کو اپنا مالک اور حمایتی سمجھے۔اللہ کے سوا اپنا کہیں ٹھکانا نہ جانے اور بھی کسی حمایت پر اعتماد نہ کرے۔کیونکہ ہمارا رب بڑا ہی معاف کرنے والا اور انتہائی مہربان ہے وہ اپنے فضل وکرم سے سب بگڑے کام بنا دے گا اور اپنی مہربانی سے سارے گناہ معاف فرما دے گا۔اور جس کو چاہے گا اپنے حکم سے تمہارا شفیع بنا دے گا۔

قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن شفاعت ہوسکتی ہے۔

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا (سوره طه109)

اس روز ز سفارش نفع نہ دے گی مگر ایسے شخص کو جس کے واسطے اللہ نے اجازت دے دی ہو اور اس شخص کے واسطے بولنا پسند کرلیا ہو "وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ (سوره سبا : 23)" اور خدا کے سامنے سفارش کسی کے لئے کام نہیں آتی مگر اس کے لئے جس کے لئے اجازت دے دی "مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (سوره بقره: 255)" ایسا کون شخص ہے جو اس کے پاس شفاعت (سفارش) کر سکے بدون اس کی اجازت کے۔"

***

موسمِ سرما مومن کے لیے بہارِ عبادت

انتخاب: حافظ فہد اعوان

اللہ ربّ العزت نے اس کائنات کو نہایت حکمت اور تدبیر سے تخلیق فرمایا۔ دن و رات کی آمد و رفت، سورج کا طلوع و غروب، بادلوں کا برسنا، ہواؤں کا چلنا، کبھی تپتی دھوپ اور کبھی یخ بستہ ہوا یہ سب کچھ اس کی قدرتِ کاملہ کی روشن نشانیاں ہیں۔

جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

"إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ" ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے کے ساتھ پیدا کیا۔

اور فرمایا: "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ"

یقیناً آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے بدلنے میں اہلِ عقل کے لیے نشانیاں ہیں"

موسموں کا بدلنا: قدرتِ الٰہی کی گواہی:

کبھی زمین جلتی دھوپ سے تپتی ہے اور کبھی برف کی سفیدی میں ڈھک جاتی ہے۔ کبھی بہار میں رنگوں کی قوسِ قزح بکھر جاتی ہے، تو کبھی خزاں کے زرد پتے اداسی کا پیغام دیتے ہیں۔ یہ سب مناظر اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ کوئی ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے، کوئی ہے جو ہر چیز کو اپنی مرضی سے چلا رہا ہے وہی اللہ جلّ شانہ ہے۔

سردی کا وجود اور اس کی حکمت:

سردی بھی اللہ کی عظیم نشانیوں میں سے ایک ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جہنم نے اپنے رب سے شکایت کی... اللہ نے اسے دو سانس دیے، ایک گرمی میں اور ایک سردی میں، پس جو ٹھنڈ تم محسوس کرتے ہو وہ جہنم کے سرد سانس کی وجہ سے ہے، اور جو گرمی محسوس کرتے ہو وہ اس کے گرم سانس کی وجہ سے ہے۔“ (صحیح بخاری)

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ موسم کی شدتیں محض طبعی نہیں بلکہ اللہ کے امر اور نظام کے تحت ہیں۔

موسمِ سرما: مومن کے لیے بہار:

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: ”الشِّتَاءُ رَبِيعُ الْمُؤْمِنِ، قَصُرَ نَهَارُهُ فَصَامَ، وَطَالَ لَيْلُهُ فَقَامَ“

سردی کا موسم مومن کے لیے بہار ہے، دن چھوٹے ہوتے ہیں تو روزہ رکھ لیتا ہے، راتیں لمبی ہوتی ہیں تو قیام کرتا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے ”سردی عبادت گزاروں کے لیے غنیمت کا موسم ہے۔“ اور تابعی عبید بن عمیرؒ کہا کرتے تھے: ”اے اہلِ قرآن! سردی تمہارے لیے نعمت ہے راتیں لمبی ہیں نماز کے لیے، اور دن چھوٹے ہیں روزوں کے لیے۔“

اعمالِ صالحہ کا موسم:

سردیوں میں عبادت کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا، نماز کے لیے گرم بستروں کو چھوڑ دینا، مسجد کی طرف قدم بڑھانا یہ سب مجاہدہ نفس ہے، جس پر اجرِ عظیم کا وعدہ ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا ”کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتاؤں جس سے اللہ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند فرماتا ہے؟ سردی کی تکلیف کے باوجود مکمل وضو کرنا، ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار کرنا، اور مسجد کی طرف کثرت سے جانا“ (صحیح مسلم) اسی لیے مومن کے لیے سردی عبادت، طہارت اور مجاہدے کا موسم ہے۔ حالانکہ دیکھا جائے تو آج کے دور میں گرم پانی کی باآسانی سہولیات بھی ہیں اور شریعت نے سخت ٹھنڈے پانی کے استعمال سے نقصان کا قوی اندیشہ ہو تو تیمم کی گنجائش بھی دی ہے۔

ناداروں کے ساتھ ہمدردی:

سردیوں میں وہ لوگ زیادہ متاثر ہوتے ہیں جن کے پاس گرم لباس یا رہائش نہیں ہوتی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو مسلمان کسی محتاج کو لباس پہنائے گا، اللہ تعالیٰ اسے جنت کا لباس پہنائے

گا"(ابوداؤد)

لہٰذا اس موسم میں محتاجوں کو کپڑے، کمبل اور حرارت پہنچانا عبادت کے مترادف ہے۔

سردی سے پناہ کی دعا

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سردی کی شدت سے حفاظت کے لیے یہ دعا سکھائی: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، مَا أَشَدَّ بَرْدَ هٰذَا الْيَوْمِ، اَللّٰهُمَّ أَجِرْنِي مِنْ زَمْهَرِيرِ جَهَنَّمَ ترجمہ: اے اللہ! اس دن کی سخت سردی سے مجھے جہنم کے زمہریر سے پناہ دے۔

شریعت کی سہولتیں:

اسلام نے موسمِ سرما میں آسانیاں بھی دی ہیں مثلاً موزوں پر مسح کرنا، سخت سردی اور پانی کی وجہ سے نقصان کا قوی اندیشہ ہو تو تیمم کی اجازت، اور وضو میں گرم پانی کا استعمال۔ یہی دینِ اسلام کی خوبصورتی ہے کہ جہاں عبادت کا شوق بڑھاتا ہے، وہاں سہولت بھی فراہم کرتا ہے۔

موسمِ سرما کا پیغام

درختوں کے پتوں کا جھڑنا، سبزے کا مرجھا جانا، یہ یاددہانی ہے کہ ہر زندگی کو زوال ہے۔ موسمِ سرما ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ دنیا کی رونقیں عارضی ہیں، اصل منزل آخرت ہے۔ وقت کے گزرنے سے پہلے ہمیں اپنی اصلاح اور تیاری کرلینی چاہیے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس موسمِ سرما کو ہمارے لیے ایمان کی گرمی، عبادت کی لذت اور رحمت و مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

***

اہلِ مدارس اور علمائے کرام کے لئے لمحہ فکریہ

مفتی محمد نعیم میمن
فاضل دار العلوم کراچی

دورِ جدید دورِ فتن ہے۔ نئے نئے فتنے مختلف شکلوں اور عنوانات کی صورت میں امتِ مسلمہ پر حملہ آور ہیں۔ انہی فتنوں میں سے ایک اہم فتنہ جدید ٹیکنالوجی کا غلط اور بے محل استعمال بھی ہے۔ ان میں سے ایک اہم جدید ٹیکنالوجی اے آئی A.I یعنی مصنوعی ذہانت کا بے دریغ استعمال بھی ہے۔ اس جدید ایجاد کے جہاں بہت سے فوائد ہیں وہاں اسکے بہت سے نقصانات بھی ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا نقصان تعلیمی اعتبار سے اس کا استعمال ہے، خاص طور پر دینی تعلیم میں اس کا استعمال زہرِ قاتل ہے۔

آج کل دینی تعلیم کے طلباء کرام اور خاص طور پر منتہیٰ درجات کے طلباء کرام جن میں دورہ حدیث شریف کے طلباء کرام اور متخصصین فی الافتاء والحدیث وغیرہم کے طلباء کرام شامل ہیں، اس جدید ایجاد یعنی اے آئی A.I کا بے دریغ استعمال کر کے اپنی اہم ترین صلاحیتوں کو زنگ لگا رہے ہیں۔ طلباء کرام کا یہ زمانہ انتہائی اہم ترین زمانہ ہوتا ہے۔ اس میں جتنا زیادہ کتابوں سے ممارست، تعلق اور انسیت اور لگاؤ بڑھایا جائے گا، اتنا زیادہ علمی رسوخ، علمی پختگی، علمی فہم، اور علمی ذوق حاصل ہوگا اور پھر یہ مہارت و اہلیت آگے مزید پروان چڑھے گی جب کبھی اچھے ماہر اہلِ علم وتقویٰ کی صحبت ومعیت نصیب ہوجائے گی۔ جیسے حضرت شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کو اللہ پاک نے جو علمی رسوخ اور علمی مقام عالمِ اسلام میں عطا فرمایا ہے وہ انہی کتابوں کی ورق گردانی اور محنت شاقہ اور خدا ترس اہلِ علم کی صحبت کا نتیجہ ہے۔

ہمارے اساتذہ کرام ہمیں ایک شعر بڑے درد سے سنایا کرتے تھے۔

بقول شاعر

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا
مریں گے ہم کتابوں پر ورق ہونگے کفن اپنا

مگر آج یہ شعر سنانے والے اور اس کا مصداق بننے والے بہت تیزی سے اٹھتے جارہے ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ علم اٹھ جانے کا وقت آچکا کہ حقیقی اہلِ علم اٹھتے چلے جارہے ہیں اور بعد والے مشینوں اور جدید آلات پر اکتفاء کرتے جارہے ہیں بلکہ جدید مشینوں اور ٹیکنالوجی پر علمی کام کرنے کے لئے میدانِ ٹیکنالوجی میں کود پڑے ہیں اور مختلف پراجیکٹ پر کام کرنے لگے ہیں اور اپنے تئیں یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ دینِ اسلام کی جدید دور کے مطابق اعلیٰ خدمت کررہے ہیں۔ حالانکہ غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ ساری مشین اور ٹیکنالوجی کی اصل کفار کے ہاتھ میں ہے، وہ جیسے چاہے اس میں ردوبدل کردیں۔ یہ اہلِ علم اس فنی اور تکنیکی باریکی کا مقابلہ کیسے کریں گے؟

یہ اہلِ علم کیا واقعی اس ٹیکنالوجی کی پوری ماہیت اور حقیقت کو سمجھ چکے ہیں اور باطل کی ہر گڑبڑ کا ادراک کرنے اور پوری طرح مقابلہ کرنے کی صلاحیت اور اہلیت اپنے اندر پیدا کرچکے ہیں؟ کیا باطل کی ٹیکنالوجی کے مقابلے میں اپنی ٹیکنالوجی بنا چکے ہیں یا باطل ہی کی بنائی ہوئی کشتی میں سوار ہوکر انہی کی کشتی کے چپو چلا رہے ہیں؟

کیا چند کورس اور ڈپلومہ کرکے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال سیکھا جاسکتا ہے یا اس ٹیکنالوجی کی ساری ماہیت، فنی خامیاں، تکنیکی خرابیاں وغیرہ کا ازالہ اور اس کا نعم البدل وغیرہ بھی سیکھ لیا جاتا ہے؟ اللہ پاک بدگمانی سے معاف فرمائیں، ایسا لگتا ہے کہ یہ اہلِ علم لاشعوری اور غیر ارادی طور پر جدید ٹیکنالوجی سے اتنا متاثر ہوچکے ہیں کہ چند کورس اور ڈپلومہ کرکے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم اس ٹیکنالوجی کے ماہر بن چکے ہیں۔ نیز اہلِ دنیا نے اُنکی کاوشوں کو خوب بڑھا کر سوشل میڈیا پر پیش کیا ہے جس سے یہ اہلِ علم خوش فہمیوں میں مبتلا ہوگئے۔

خدارا! اہلِ مدارس اور خصوصاً بڑے درجے کے اساتذہ کرام اپنے طلباء کرام کو جدید ٹیکنالوجی کے فتنے اور خاص طور پر اے آئی A.I. کے فتنے سے خبردار کریں اور اسکے استعمال سے بچنے اور بچانے کی

کوشش کریں۔اہلِ علم کو تو یہ بات معلوم ہے جو چیز کسی نقصان کا سبب ہوسکتی ہو تو اس سببِ نقصان سے بچنا بھی ضروری ہے۔جیسے قرآن پاک نے فرمایا کہ - ولا تقربوا الفواحش (سورة انعام آیت ۱۵۱)۔ یعنی بے حیائی کے قریب بھی نہ جاؤ یعنی بے حیائی کا سبب بھی اختیار نہ کرو کیونکہ یہ سبب ہی آگے چل کر بے حیائی میں مبتلا کر دیگا۔اسی طرح جو چیز علمی رسوخ اور علمی فہم میں نقصان کا سبب ہو اس سے بچنا ضروری ہوگا۔

لہذا مشاہدہ میں یہ بات آرہی ہے کہ اب طلباء کرام اس اے آئی A.I. کے ذریعہ امتحانات کی تیاری کررہے ہیں اور فتاویٰ لکھنے میں بھی اس سے مدد لے رہے ہیں۔ بظاہر یہ بہت اچھی اور مفید کاوش محسوس ہورہی ہے مگر آگے چل کر یہ نقصان واضح طور پر نظر آرہا ہے کہ پھر عزیز طلباء کرام کتابوں کی ممارست اور اسکی برکات سے محروم ہوجائیں گے اور مشین کے محتاج ہوکر رہ جائیں گے۔

جن لوگوں نے یہ ٹیکنالوجی ایجاد کی ہے وہ خود اپنے تعلیمی نظام (مثلاً امریکہ و یورپ کی یونیورسٹیوں جیسے یونیورسٹی آف میلبورن آسٹریلیا، یونیورسٹی آف کیمبرج برطانیہ، یونیورسٹی آف برمنگھم برطانیہ، اسٹینفورڈ یونیورسٹی امریکہ، جانز ہاپکنز یونیورسٹی امریکہ، یونیورسٹی آف شکاگو امریکہ، امپیریل کالج لندن برطانیہ، یونیورسٹی کالج لندن برطانیہ، یونیورسٹی آف آیڈنبرا برطانیہ، یونیورسٹی آف بون جرمنی وغیرہ) میں اور اپنے طلباء کرام کو اس ٹیکنالوجی کے استعمال کی اجازت نہیں دے رہے۔اس طرح اپنے عدالتی نظام میں بھی اس اے آئی A.I. سے مدد لینے کو قانوناً جرم قرار دے رہے ہیں (مثلاً برطانوی ہائی کورٹ کا فیصلہ جس میں اے آئی A.I. سے متعلق کہا گیا ہے کہ چیٹ جی پی ٹی وغیرہ قابلِ اعتماد قانونی تحقیق کرنے کے قابل نہیں ہے)۔

جن لوگوں نے یہ ٹیکنالوجی ایجاد کی ہے وہ خود بتاتے ہیں کہ یہ کمپیوٹر پروگرام خود مضمون اور بات کو گھڑتا ہے، خود سے بنالیتا ہے جو کہ غلط بھی ہوسکتا ہے۔ نیز اس میں بلی کی سمجھ اور فہم جتنا بھی دماغ نہیں ہے لہذا اس قسم کی مشکوک ٹیکنالوجی کو علمِ دین میں معاون کی حیثیت میں رکھنا بھی نقصان دہ ہوگا۔لہذا یہ سمجھنا کہ ہم اس سے معاونت حاصل کررہے ہیں، اس پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کررہے، اپنے آپ کو خوش فہمی میں مبتلا کرنا ہوگا۔ نیز اس سے طلباء کرام میں محنت کا جذبہ کم سے کم ہوتا چلا جائے گا جیسا کہ مشاہدہ میں آرہا ہے۔

لہذا بنانے والے خود اس کے استعمال میں احتیاط کی تلقین کریں اور ہمارے بعض اہلِ علم اس اے آئی A.I. میں مختلف جہتوں میں کام کرکے اپنی اہلیت اور صلاحیت کا لوہا (عوام کالانعام) میں منوانے لگے ہیں

اور انکے کام کی خوب تحسین اور واہ واہ سوشل میڈیا پر ہورہی ہے اور خوب اس کی تشہیر ہورہی ہے۔تو کیا ان اہلِ علم میں اتنی بھی فہم نہیں رہی کہ جس چیز کے مؤجد خود اسکے نقصانات بتائیں اور یہ اہلِ علم اس چیز کے فوائد کی چمک دمک سے اتنے متاثر ہوجائیں کہ نقصانات سے بالکل ہی صرفِ نظر کرلیں اور اپنے طلباء کرام کو ان نقصانات سے آگاہ نہ کریں۔

بہرحال بندہ کا مقصد اہلِ علم کی مخلصانہ کاوشوں پر تنقید کرنا نہیں ہے بلکہ اہلِ علم کو متوجہ کرنا ہے کہ جس راستے پر وہ چل نکلے ہیں اور جس راستے پر ہمارے طلباء کرام جانے لگے ہیں وہ کس قدر پُرخطر اور پُرخار ہے اور ہماری صلاحیتوں کو کس قدر اور کتنا نقصان لگانے والا ہے اور مستقبل میں اس کے کیا نتائج برآمد ہوں گے۔

آج کل دینی مدارس میں جدید ٹیکنالوجی کے خوب استعمال اور اس میں انہماک اور دنیا میں آگے سے آگے بڑھنے کا درس مل رہا ہے۔اہلِ دنیا کو دینِ اسلام کی تبلیغ وترویج واشاعت کے لئے اس سوشل میڈیا کے استعمال کا سبق دیا جارہا ہے۔یہ سب باتیں مشاہدہ اور حقیقت پر مبنی ہیں نہ کہ فرضی داستان اور سنی سنائی پر اعتماد۔

ٹیکنالوجی کے فوائد ضرور ہیں اس سے انکار نہیں،البتہ اس کا بےجا استعمال پڑھنے پڑھانے کی صلاحیت کو کمزور کردیتا ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ و مامون فرمادیں اور اپنی رضا وقرب سے نواز دیں، آمین۔

***

غزوۂ مؤتہ

انتخاب: ابوعثمان
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

محترم قارئین! سن ۸ ہجری، جمادی الاول کے مہینے میں غزوۂ مؤتہ کا تاریخی معرکہ پیش آیا اسلام کی تاریخ کا وہ اہم باب جس نے امتِ مسلمہ کو شجاعت، قربانی اور عزم و استقلال کا بے مثال درس دیا۔ اسی مناسبت سے ہم نے قارئینِ کرام کے استفادے کے لیے ایک جامع اور معلوماتی مضمون شاملِ اشاعت کیا ہے، جو یقیناً آپ کے علم وفکر میں اضافہ کا باعث بنے گا۔

موتہ ہمزہ و بلا ہمزہ دونوں آیا ہے۔ لیکن بخاری کے اکثر رواۃ نے یہاں موریہ بضم میم وسکون واو یلا ہمزہ روایت کیا ہے۔ یہ جگہ شام کے علاقہ میں ارض بالقاء کے ابتداء میں واقع ہے۔ جمادی الاولی 8 ہجری میں یہاں غزوہ ہوا۔ وجہ یہ ہوئی کہ حضور ﷺ نے حارث بن عمیر ازدی کو خط دے کر شام یا بصری بھیجا۔ ان کو شرجیل بن عمرو الغسانی نے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ قاصد کو قتل نہیں کیا کرتے تھے، نہ حضور ﷺ کا کوئی قاصد ان کے سوا قتل کیا گیا، اس لئے یہ فعل حضور ﷺ کو بہت شاق ہوا۔ اگرچہ مقام بہت دور تھا اور غیر ملک مگر وہاں آپ نے فوج بھیجی اور زید بن حارثہ کو امیر کیا اور فرمایا کہ اگر یہ شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب امیر ہوں۔ اور وہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ بن رواحہ اور ان کے ساتھ تین ہزار فوج آپ نے بھیجی۔

جب صحابہ کرام معان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ارض بالقاء میں خود ہرقل ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ موجود ہے اور بنی لخم و بنی جذام و بلقین و بہرا کے ایک لاکھ آدمی اس کے علاوہ اس کی امداد کو جمع ہو گئے ہیں۔

یہ خبر جب ملی تو مسلمان متردد ہوئے اور دو روز تک معان میں رکے رہے اور سوچنے لگے کہ کیا کریں۔ رائے یہ ہوئی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھا جائے وہ یا تو امداد بھیجیں یا جیسا حکم دیں اس پر عمل ہو۔

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

"اے لوگو! تم شہادت کی طلب میں نکلے ہو اور آج اسی کو مکروہ سمجھتے ہو۔ ہم قوت اور تعداد کے بھروسہ پر نہیں لڑتے، دین کے لئے لڑتے ہیں دو نیکیوں میں ایک بہرصورت ہمارے لئے ضرور ہے فتح یا شہادت۔"

یہ سن کر مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا سب نے کہا کہ عبداللہ ٹھیک کہتے ہیں اور سب لوگ روانہ ہو گئے۔ جب خاص بالقاء کی سرزمین میں پہنچے تو مخالفین کی جماعت ایک قریہ کے پاس جس کا نام مشارف تھا موجود تھی۔ اس لئے مسلمان ایک مقام پر ٹھہر گئے جس کا نام موتہ تھا اور اسی مقام پر جنگ ہوئی۔ پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں علم تھا وہ لڑے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے علم لیا ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں علم لیا وہ بھی کٹ گیا مگر پھر بھی علم کو گرنے نہ دیا سنبھالے رہے حتی کہ شہید ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے علم لیا اور وہ بھی شہید ہوئے ان کے بعد سارے مسلمان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر متفق ہوئے۔ جب خالد بن ولید رضی اللہ نے علم اٹھایا تو بڑی سختی سے لڑے حتی کہ فتح ہوئی۔ بخاری میں خود حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ غزوہ موتہ کے دن میرے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹ گئیں۔ اور صرف ایک یمانی تلوار میرے پاس باقی رہ گئی۔

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ موتہ کی خبر آنے سے پہلے زید، جعفر اور ابن رواحہ رضی اللہ عنھما کے شہادت کی خبر دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: زید نے علم لیا اور شہید ہوئے۔ پھر کہا کہ جعفر نے علم لیا اور شہید ہوئے۔ پھر کہا کہ: ابن رواحہ نے علم لیا اور شہید ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کہہ رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر کہا کہ: سیف من سیوف اللہ نے علم لیا اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔

موسی بن عقبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ موتہ کی خبر لے کر یعلی بن امیہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: اگر چاہو تو تم ہمیں خبر دو۔ یا اگر کہو تو ہم تمہیں خبر سنائیں۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ہی سنائیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حال بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے

آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔آپ نے تو ایک بات بھی نہ چھوڑی۔ بخاری میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے شہداء میں حضرت جعفر کو تلاش کیا اور انکے جسم پر تیر وتلوار کے نوے زخم سے زیادہ پائے۔انہیں سے دوسری روایت ہے کہ پچاس سے زیادہ زخم میں نے ان کے جسم پر گنا اور سب آگے تھا کوئی پشت پر نہ تھا۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ:" خدا نے جعفر کو دو پردار باز وعنایت کئے ہیں وہ جنت میں جس جگہ چاہتے ہیں جاتے ہیں۔"اسی لئے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو ذی الجناحین اور جعفر طیار کہتے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے لڑکوں کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے: " السلام علیک یا ابن ذی الجناحین

غزوہ موتہ میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اسماء :

جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ

مسعود بن الاوس رضی اللہ عنہ

وہب بن سعد ابی سرح رضی اللہ عنہ

عباد بن قیس رضی اللہ عنہ

سراقہ بن عمرو بن عطی رضی اللہ عنہ

ابوکلیب بن عمرو بن زید ان کے بھائی جابر عامر بن سعید ابن الحارث اور ان کے بھائی عمرو رضی اللہ عنہ

شہداء موتہ کی یہ فہرست ابن قیم نے لکھی ہے:

ابن قیم کہتے ہیں کہ بخاری میں ہے کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کی فتح ہوئی۔اور ابن سعد کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی مگر صحیح وہ ہے جو ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ دونوں جماعتیں بلا فیصلہ الگ ہوگئیں۔لیکن ابن ہشام زہری سے روایت کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ جب خالد بن ولید ر.جی اللہ عنہ امیر بنائے گئے تو خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔

***

پردہ ایمان کی علامت، بے پردگی ایمان کی کمزوری

بنت طاہر اولی قصور شاخ

اسلام نے عورت کو وہ عظمت و مقام عطا کیا ہے جو کسی اور نظامِ زندگی نے نہیں دیا۔ اسے عزت، عفت اور وقار کا پیکر بنایا، اور اس کے تحفظ کے لیے پردے کا نظام عطا فرمایا۔ پردہ دراصل عورت کی عزت و عصمت کی فصیل ہے، جو اسے نگاہوں کی آلودگی اور شیطانی وسوسوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ لیکن آج کے اس فریب خوردہ دور میں پردے کے مفہوم کو مسخ کیا جا رہا ہے۔

فیشن، ماڈرن ازم اور آزادی کے نام پر عورت کو بے پردگی کی دعوت دی جا رہی ہے۔ سوشل میڈیا اور اشتہارات نے بے حیائی کو فن اور پردے کو عیب بنا کر پیش کیا ہے، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ فیشن کے نام پر بے پردگی دراصل دھوکا ہے یہ آزادی نہیں، غلامی ہے؛ عزت نہیں، تذلیل ہے۔

قرآن کی روشنی میں پردے کا حکم

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ

"اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں۔ "سورة الأحزاب:"

یہ آیت عورت کی پاکدامنی اور شناخت کی ضمانت ہے۔ پردہ عورت کو معاشرتی آلودگی سے بچاتا اور اس کی حیاء و وقار کو نمایاں کرتا ہے۔

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ "سورة النور: 31

ترجمہ: "اور ایمان والی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اپنی عصمت کی حفاظت کریں، اپنی زینت ظاہر نہ کریں، اور اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں۔" یہ احکام محض مذہبی رسوم نہیں بلکہ عزت و عصمت کے ضامن ہیں۔

احادیثِ مبارکہ میں پردے کی تاکید

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

المرأةُ عورةٌ، فإذا خرجت استشرفها الشيطانُ "ترمذی: 1173

"عورت سراپا پردہ ہے، جب وہ (بلاضرورت) گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔" مزید ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا:

"شرُّ نسائِكم المتبرجاتُ المتخيِّلاتُ، وهنَّ المنافقاتُ" بیہقی، شعب الایمان 335/2

"تمہاری عورتوں میں سب سے بری وہ ہیں جو زیب و زینت دکھانے والی اور خودنمائی کرنے والی ہیں، اور یہی عورتیں منافق ہیں۔"

یہ تعلیمات بتاتی ہیں کہ اسلام کا تصورِ عورت گھریلو قید نہیں بلکہ عزت و عصمت کا حصار ہے۔

عورت کا اصل تحفظ

آج کے دور میں عورت کا سب سے محفوظ مقام گھر کی چاردیواری ہے۔ باہر نکلنے کی صورت میں اسے فیشن اور آزادی کے نام پر دھوکے باز نظریات اچک لیتے ہیں۔ عورت سمجھتی ہے کہ وہ آزاد ہوگئی ہے، مگر دراصل وہ نظروں، اشتہارات، اور شہرت کے بازار کی قید میں آجاتی ہے۔ پردہ عورت کی آزادی کا قفل نہیں، بلکہ تحفظ کی کنجی ہے۔ یہی پردہ عورت کو وقار، احترام اور سکون بخشتا ہے۔

موجودہ دور کے فتنوں کا ادراک

میڈیا، سوشل میڈیا، اور تعلیمی ادارے سب ایک منصوبے کے تحت عورت کے لباس اور کردار کو نشانہ بنا رہے ہیں۔

پردہ اختیار کرنے والی عورت کو دقیانوسی، غیر مہذب اور کم فہم کہا جاتا ہے، حالانکہ پردہ ایمان کی علامت ہے، اور اس کا انکار ایمان کی کمزوری۔ پردے پر پابندی دراصل دین پر پابندی ہے، اور جو معاشرہ عورت کے لباس کو نشانہ بناتا ہے، وہ دراصل اس کی عزت کو مٹانا چاہتا ہے۔

پردہ اسلام کا ثقافتی نہیں، شرعی اور ایمانی حکم ہے۔ یہ عورت کے لیے عزت کا تاج، حیاء کا زیور، اور تحفظ کی ڈھال ہے۔

جو عورت اپنے رب کے حکم پر پردہ کرتی ہے، وہ دراصل اپنے وجود کو شیطان سے محفوظ اور اپنے ایمان کو مضبوط بنا رہی ہوتی ہے۔ فیشن، شہرت، یا آزادی کے نام پر جو عورت پردہ چھوڑ دیتی ہے، وہ اپنے وقار کی نہیں، اپنے ایمان کی قیمت ادا کر رہی ہوتی ہے۔

پردہ کمزوری نہیں عورت کی طاقت ہے۔ یہی طاقت اسے عزت، وقار اور سکون عطا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری بیٹیوں کو پردے کی حقیقت سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

***

اسلام میں گود لینے کا مسئلہ

مفتی فضیل الرحمن ہلال عثمانی

اسلام میں نکاح، طلاق اور وراثت کے قوانین پر نظر ڈالی جائے تو اس کے لیے اس کے اپنے مستقل ضابطے اور اس کی اپنی حدود ہیں، مثلاً نکاح کن لوگوں سے کن رشتوں میں ہوسکتا ہے، کن میں نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح طلاق کا معاملہ ہے کہ طلاق کے بعد عورت کس سے نکاح کر سکتی ہے، کس سے نہیں۔ اسی طرح اسلام میں وراثت کا قانون خون کے حقیقی رشتوں کی بنیاد پر حصے مقرر کرتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ اسلامی معاشرت کا ایک اخلاقی معیار ہے۔ جن رشتوں میں یہ ضروری ہے کہ عورت اور مرد لڑکا اور لڑکی ایک ساتھ رہیں، ایک ساتھ پلیں بڑھیں، ایک ساتھ زندگی گزاریں۔ ان رشتوں میں اسلام نے ایسا ذہنی تقدس پیدا کر دیا ہے کہ کسی برے خیال کا ان کے درمیان گزر نہ ہو سکے، مثلاً بہن کا رشتہ، باپ بیٹی کا رشتہ، ماں اور اولاد کا رشتہ؛ تا کہ ان رشتوں میں خلا ملا ہونے کے باوجود کوئی غلط نتیجہ سامنے نہ آسکے۔ منہ بولے رشتے میں خواہ کتنا ہی تقدس پیدا کر دیا جائے، مصنوعی رشتوں کے رسمی تقدس پر بھروسہ کر کے اسلامی معاشرے کو گدلا نہیں کیا جا سکتا۔

عرب کا دستور:

اسلام سے پہلے عرب کا دستور یہ تھا کہ یہ لوگ جس بچے کو گود لے کر متبنیٰ بنا لیتے تھے اس کو حقیقی اولاد کی طرح سمجھتے تھے، اسے وراثت ملتی تھی، منہ بولی ماں اور منہ بولی بہنیں اس سے وہی خلا ملا رکھتی تھیں جو حقیقی بیٹے اور بھائی سے رکھا جاتا ہے۔ منہ بولے باپ کی بیٹیوں کا اور اس کے مرجانے کے بعد اس کی بیوہ کا نکاح اسی طرح ناجائز سمجھا جاتا تھا، جس طرح سگی بہن اور حقیقی ماں کے ساتھ کسی کا نکاح حرام ہوتا ہے۔

اور یہی معاملہ اس صورت میں بھی کیا جاتا تھا جب منہ بولا بیٹا مر جائے یا اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ منہ بولے باپ کے لیے وہ عورت سگی بہو کی طرح ہوتی تھی۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید رضی اللہ عنہ:

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو حضرت خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لیے ایک پندرہ سالہ غلام زید بن حارثہ کو پیش کیا۔ زیدؓ یمن کے قبیلے بنو قضاعہ کے سردار حارثہ بن شراحیل کے لخت جگر تھے۔ آٹھ سال کی عمر میں ڈاکوؤں کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ زید کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ قبیلہ طے کی شاخ بنی معن سے تھیں۔ یہ اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال گئے، وہاں سفر میں ان کے پڑاؤ پر قین بن جسر کے لوگوں نے حملہ کیا، پکڑے جانے والوں میں نوعمر زید بھی تھے، ان لوگوں نے طائف کے قریب عکاظ کے قبیلے میں ان کو بیچ دیا۔ خریدار تھے حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام۔ انھوں نے زید کو اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی نظر کر دیا۔ حضرت خدیجہ سے نکاح کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کو حضرت خدیجہ کے یہاں دیکھا اور ان کی عادات واطوار آپ کو پسند آئیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو حضرت خدیجہ سے مانگ لیا اور حضرت خدیجہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔

کافی دنوں کے بعد زید کے گھر والوں کو پتہ لگا کہ زید مکے میں ہیں، تو ان کے والد حارثہ بن شراحیل اور ان کے ساتھ زید کے چچا تلاش کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور عرض کیا کہ آپ جو فدیہ چاہیں ہم دینے کو تیار ہیں، ہمارا بچہ آپ ہمیں دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: میں لڑکے کو بلاتا ہوں اور اس کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہوں اگر وہ آپ کے پاس جانا چاہے گا تو میں کوئی فدیہ نہ لوں گا اور آپ کا بچہ آپ کے حوالے کر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کو بلایا اور ان سے کہا: ان دونوں صاحبوں کو جانتے ہو؟ انھوں نے عرض کیا: جی ہاں! یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ تمھیں لینے آئے ہیں، اگر تم جانا چاہو تو ان کے ساتھ جا سکتے ہو، میری طرف سے تمھیں اجازت ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے بلا تامل جواب دیا: میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ والد اور چچا حیران ہو گئے اور کہا زید! کیا تو آزادی پر غلامی کو ترجیح دیتا ہے؟ اور اپنے ماں باپ اور خاندان کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنا چاہتا ہے؟ زید نے جواب دیا: میں نے ان میں جو اوصاف دیکھے ہیں، اس کے بعد میں دنیا میں کسی کو بھی ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ حضرت زیدؓ کا یہ جواب سن کر باپ اور چچا بہ خوشی

راضی ہو گئے کہ زید کو حضور ﷺ کے پاس رہنے دیں۔

جب وہ مایوس ہو کر لوٹنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید اور ان کے والدین کو حرم میں لے جا کر قریش کے عام مجمع میں اعلان فرمایا کہ: میں زید کو آزاد کرتا ہوں آپ سب لوگ گواہ رہیں کہ آج سے زید میرا بیٹا ہے، یہ مجھ سے وراثت پائے گا اور میں اس سے۔اسی بنا پر لوگ ان کو زید بن محمد کہنے لگے۔ یہ سب واقعات نبوت سے پہلے کے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر:

جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر سرفراز ہوئے تو چار ہستیاں ایسی تھیں، جنہوں نے کسی تردد کے بغیر آپ ﷺ کا دعوی نبوت سنتے ہی آپ کو اللہ کا سچا رسول تسلیم کر لیا۔ ایک حضرت خدیجہ، دوسرے حضرت زید، تیسرے حضرت علی اور چوتھے حضرت ابوبکر۔اس وقت حضرت زید کی عمر تیس سال تھی اور ان کو حضور کی خدمت میں رہتے ہوئے پندرہ سال گزر چکے تھے۔

ہجرت مدینہ کے بعد ۴ ہجری میں نبی ﷺ نے حضرت زید کے لیے حضرت زینب کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا۔حضرت زینب حضور ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں ۔ حضرت زینب اور ان کے رشتہ داروں نے اس رشتے کو نامنظور کر دیا۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے پیغام دیا تو حضرت زینب نے کہا: أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ نَسَباً (میں اس سے نسب میں بہتر ہوں)۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جواب میں یہ بھی کہا تھا کہ : لا أَرْضَاهُ لِنَفْسِي وَأَنَا آيمُ قريش (میں اسے اپنے لیے پسند نہیں کرتی، میں قریش کی شریف زادی ہوں)۔

حضرت زید نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے، ان لوگوں کو یہ بات سخت نا گوار تھی کہ اتنے اونچے گھرانے کی لڑکی اور وہ بھی کوئی غیر نہیں ؛ بلکہ حضور ﷺ کی اپنی پھوپی زاد بہن اور اس کا پیغام آپ ﷺ اپنے آزاد کردہ غلام کے لیے دے رہے ہیں۔

مگر اسلام غلام اور آزاد کو ایک صف میں کھڑا کرنا چاہتا تھا، اس پر قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی کہ "کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا" (سورۂ احزاب: ۳۶)

اللہ کے اس حکم کو سنتے ہی حضرت زینب اور ان کے سب خاندان والوں نے بلا تامل سر اطاعت خم کر دیا۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح پڑھایا اور خود حضرت زید کی طرف سے دس دینار اور ساٹھ درہم مہر ادا کیا اور گھر بسانے کے لیے ان کو ضروری سامان عنایت فرمایا۔

حضرت زینب نے اگر چہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مان کر زید کے نکاح میں جانا قبول کر لیا تھا؛ لیکن وہ اپنے دل سے اس احساس کو کسی طرح نہ مٹا سکیں کہ زید ایک آزاد کردہ غلام ہیں، ان کے اپنے خاندان کے پروردہ ہیں۔ اس احساس کی وجہ سے زید سے ان کے ازدواجی تعلقات کبھی خوشگوار نہ ہو سکے۔ ایک سال سے کچھ ہی زیادہ مدت گزری تھی کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔

اسلامی قانون قدم بھی قدم:

اسلام کا طریقہ ہے کہ: وہ جلد بازی میں کوئی قانونی آرڈی نینس جاری نہیں کرتا؛ بلکہ پہلے ذہن وفکر کو آمادہ کرتا ہے اور زمین کی تیاری کے بعد ہی تخم ریزی کرتا ہے۔ پہلا کام خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے شروع ہوا کہ بچوں کو ان کے حقیقی باپوں کے نام سے پکارا جائے، خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے فرزند کو زید بن محمد سے زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ قرآن مجید میں ہے: أُدْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ (سورئہ احزاب:۵) منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپ کی نسبت سے پکارو! یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے۔ بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " مَنْ أَدْعَى إِلى غَيْرِ آبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّهُ غَيْرُ أَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ جس نے اپنے آپ کو باپ کے سوا کسی اور کا بیٹا کہا درآں حالیکہ وہ جانتا ہو کہ وہ شخص اس کا باپ نہیں ہے اس پر جنت حرام ہے۔ اس مصنوعی نسبت کو بول چال میں بھی ختم کر دینے سے ذہن بدلنے لگے۔ اس بات کی تشریح کر دی گئی کہ کسی کو پیار سے یا اخلاقاً بیٹا کہہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن اس کو باقاعدہ بیٹا بنا لینا اور مصنوعی رشتے کو حقیقی رشتے کی جگہ دینا غلط ہے۔ بیٹوں یا بیٹیوں جیسا حسن سلوک کرنا اور قانونی طور پر اس کو حقیقی رشتے کی جگہ دینا اس میں فرق ہے۔ "قرآن مجید میں ہے: وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ، وَكَانَ اللَّهُ غَفُوْرًارَّحِيمًا" (احزاب: ۵)

نادانستہ جو بات تم کہو اس کے لیے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے، لیکن اس بات پر ضرور گرفت ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو، اللہ درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے" اس طرح ہلکی سی ضرب اس رسم پر لگا دی گئی اور

ذہنوں کو تیار کر دیا گیا۔ اب اس کو جڑ سے اکھاڑنے کی عملی ابتدا خود رسول اللہ ﷺ سے کرائی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ رسم جاہلیت کا خاتمہ:

حضرت زیدہ اور زینب رضی اللہ عنہما کے درمیان تلخی بڑھتی چلی جارہی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اسی زمانے میں جب حضرت زید سے نبی ﷺ کو اشارہ ہو چکا تھا کہ زید جب اپنی بیوی کو طلاق دے دیں تو ان کی مطلقہ بیوی سے آپ کو نکاح کرنا ہوگا۔ حضور جانتے تھے کہ عرب کی سوسائٹی میں منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔

ایک مشکل کام اور سول صلی اللہ علیہ وسلم سماج کے نشانے پر:

اسلام کے خلاف ہنگامہ اٹھانے کے لیے منافقین اور یہود و مشرکین کو جو پہلے ہی بھرے بیٹھے ہیں ایک زبردست شوشہ ہاتھ آجائے گا۔ اس نام پر جب حضرت زید نے بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ: اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو طلاق نہ دو۔ آپ کا منشا یہ تھا کہ یہ شخص طلاق نہ دے تو مجھے نکاح کی نوبت نہیں آئے گی، ورنہ اس کے طلاق دینے کی صورت میں مجھے حکم کی تعمیل کرنی ہوگی اور مجھ پر کیچڑ اچھالی جائے گی کہ پناہ بہ خدا اگر اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اولوالعزمی کے اعلیٰ مرتبے پر دیکھنا چاہتا تھا اور ایک بڑی مصلحت کی خاطر آپ سے یہ کام لینا چاہتا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكَ عَلَيْكَ زَوْجَكَ، وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفَى فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشُهُ" (احزاب:۳۷)

"اے نبی! یاد کرو وہ مواقع جب تم اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے اور تم نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو نہ چھوڑو اور اللہ سے ڈرو۔ اس وقت تم اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ کھولنا چاہتا تھا۔ تم لوگوں سے ڈر رہے تھے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔"

آخر نوبت طلاق تک آ گئی اور عدت پوری ہونے کے بعد نبی ﷺ نے اللہ کے حکم سے حضرت زینب سے نکاح کیا، لوگ منہ بولے رشتوں کے معاملے میں محض جذباتی بنیادوں پر جس قسم کے نازک اور گہرے تصورات رکھتے تھے وہ اس وقت تک ہرگز نہ مٹ سکتے تھے جب تک آپ خود آگے بڑھ کر اس رسم کو نہ توڑ دیں۔

قرآن مجید میں ہے:

”جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکے (یعنی عدت پوری ہوگئی) تو ہم نے اس (مطلقہ خاتون) کا نکاح تم سے کر دیا تا کہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں اور اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی چاہیے تھا۔“ (احزاب: ۳۷)

کہنے والوں کا ایک کہنا یہ تھا کہ: اچھا! زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح جائز قرار دیا گیا ہے، یہ صرف جائز ہے، ضروری تو نہیں، پھر ایسا کرنا ضروری کیوں تھا؟ اس کا جواب قرآن مجید میں دیا گیا۔” (لوگو!) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں“۔ (احزاب: ۴۰)

ایک تو یہ کہ ان کے کوئی بیٹا نہیں ہے اس لیے ان کی بہو کہاں ہوئی؟ دوسرے یہ کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس حیثیت سے ان کی ذمہ داری ہے کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خوانخواہ حرام کر رکھا ہے اس کے بارے میں تمام تعصّبات کا خاتمہ کر دیں اور اس کے حلال ہونے کے بارے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہنے دیں۔ تیسرے یہ کہ وہ خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد نہ کوئی رسول آنے والا ہے اور نہ کوئی نبی کہ اگر قانون اور معاشرے کی کوئی اصلاح ان کے زمانے میں نافذ ہونے سے رہ جائے تو بعد کا آنے والا نبی یہ کسر پوری کر دے۔ اس طرح جاہلیت کے اس بت کو ایک کاری ضرب سے توڑ کر رکھ دیا گیا۔

قرآن وحدیث اور اسوہ رسول ﷺ سے معلوم ہوا کہ اسلام میں متبنیٰ بنانا اور گود لینا اور دوسرے کے بچے کو گود لے کر اس کے ساتھ حقیقی اولاد کا معاملہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اور قیامت تک یہ رسم ختم ہو چکی ہے۔ گود لینا اکثر بے اولاد والدین کی اپنی خواہش ہوتی ہے یا پھر وہ لوگ گود لیتے ہیں، جن کے کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوتی، اولاد ہونا نہ ہونا یا لڑکے کا نہ ہونا یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔ دنیا میں انسان کی ساری خواہشیں نہ پوری ہو سکتی ہیں، نہ ہو سکیں گی۔ اسلام دین فطرت ہے اور گود لینا بہت سے اخلاقی، معاشرتی نفسیاتی مسائل پیدا کرتا ہے اس لیے اسلام نے اس رسم کا دروازہ پورے طور پر بند کر دیا ہے۔

***

گلدستہ ارشادات ومکتوبات مولانا الیاس صاحبؒ

جمع وترتیب: مولانا ذوالکفل صاحب

الحمدللہ جامعہ دارالتقوی کی طرف سے کچھ عرصہ پہلے دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت کے مقاصد، اصول و آداب اور صحیح نہج کو سمجھنے کیلئے بانی تبلیغ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کی زبان سے نکلے ہوئے ملفوظات کا ایک حسین گلدستہ شائع کیا تھا یہ مجموعہ ایمانیات، عبادات، معاشرت اور اخلاق کی تعلیمات کا ایسا جامع نمونہ ہے جو ہر شعبۂ زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمان کیلئے مشعل راہ ہے۔ اسی افادیت کے پیش نظر اس کتاب کو قسط وار ماہنامہ دارالتقوی میں شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے قارئین کیلئے یہ بے حد مفید ہوگا۔

کلمۃ اللہ کے اعلاء اور وحی کے نشر میں سعی اور کوشش خالص اپنے مولیٰ کو مولیٰ سمجھ کر اس کی رضا کے لیے ہو، اور موت کے بعد کے سامان کے یقین کے ساتھ ہو، حق تعالیٰ کے یہاں سے فیضانِ موعود اسی زندگی کے ساتھ ہے جس پر أُولَئِكَ يَرجونَ رَحْمَةَ الله ”کا حصر نرا شاہد ہی نہیں بلکہ ہزار آیات قرآنیہ سے مؤید ہے۔ پوری آیت اس طرح ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجٰهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أُوْلَئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ،

”یعنی بیشک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستہ میں کوشش کی کچھ وہی اللہ کی رحمت کی امید کرتے ہیں۔“

اپنے نفس کو تجربہ سے ایسا گندہ، ناقص، خودغرض اور کام کا بگاڑ دینے والا دل سے یقین کرے کہ الطاف خداوندی کا قصہ تو کچھ اور ہے، یہ موت تک راست ہوتا نظر نہیں آتا، لہذا اس نیت سے سعی کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتیں دوسروں میں پھیلا دے کہ میرے علاوہ اللہ کے سب بندے جو اپنی ذات سے نیک طینت اور پاک نفس ہیں، دین کے جس کام کو کریں گے وہ ظاہر و باطن میں اچھا عمل ہوگا، حق تعالی بقاعدہ الدعی عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ، اپنے الطاف سے ان پاک ہستیوں کی برکت سے مجھے بھی اس سے حصہ عطاء فرمادے۔" (مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت میاں صاحب، ص:۱۵۷)

ایک خط میں لکھتے ہیں:

تم خیال کر کے دیکھو کہ دنیوی غرض کی وجہ سے لوگ اپنے اہل وعیال کو کتنی طویل مدت کے لیے چھوڑتے ہیں، خیال تو کر کے دیکھو کہ اس وقت بھی کفار کے لشکر میں ہزاروں مسلمان سر بکف جان خطرہ میں محض ایک پیٹ کے کارن ہر وقت سدا کو دنیا سے چلے جانے کے لیے موت کے کنارہ پر ہیں، ایسی کم ہمتی ہرگز نہیں چاہیے، تم ہمت اور جوانمردی کے ساتھ خوشی سے میرے دین کی خدمت کے لیے ہجر اور فرقت پر راضی ہو کر چھوڑے رکھو تو خوشی کے بقدر اجر وثواب میں شریک رہو گی۔ دنیا میں غنیمت سمجھو کہ تمھارے گھر والے دین کی خدمت کے لیے تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ شکر کرو اس تکلیف کا جب اجر و ثواب ملے گا تو کبھی ختم نہ ہوگا، ایک ایک صدمہ باغ و بہار ہو کر ملے گا۔" (مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت علی میاں صاحب، ص:۱۵۸)

❊❊❊

نکلتے سورج کا ملک جزائر فیجی کا ایک سفر

(جنوری 2005ء/ ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ)

سفر نامہ:
شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی مدظلہ

چوتھی قسط

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے دنیا بھر کا سفر کیا ہے۔ان سفروں کے دوران پیش آنے والے واقعات، مختلف علاقوں کی ثقافت، وہاں کے معاشرتی و دینی حالات کو حضرت نے نہایت حسین انداز میں قلم بند فرمایا ہے۔ان تجربات و مشاہدات کو''جہان دیدہ''،''دنیا مرے آگے'' اور''سفر در سفر'' جیسی قیمتی کتب کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔زیرِ نظر شمارے سے حضرت کی کتاب سفر در سفر کا قسط وار سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ان شاء اللہ العزیز، یہ سفرنامہ قارئین کے لیے علم، بصیرت اور فہمِ دین کے کئی در وا کرے گا۔

فیجی

فیجی کی حکومت دینی سرگرمیوں پر کوئی قدغن نہیں لگاتی یہاں مسلموں اور غیر مسلموں کے مشترک محلوں میں لاؤڈ اسپیکر پر اذانیں ہوتی ہیں اور تبلیغ وتعلیم پر کوئی ایسی پابندی نہیں ہے جو ان کاموں میں رکاوٹ ڈال سکے۔مسلمانوں میں یہ شعور بھی پیدا ہو رہا ہے کہ وہ اپنے معاشی اور تجارتی سرگرمیوں کو شریعت کے مطابق

بنائیں ،ان میں یہ احساس بھی پایا جاتا ہے کہ وہ ایک انتہائی دور افتادہ ملک میں آباد ہیں جس کی طرف تعاون کی نگاہیں کم اٹھتی ہیں ۔ چنانچہ کسی غیر ملکی مسلمان کی آمد کی وہ بڑی قدر کرتے ہیں ۔میرے پاس ان مسلمانوں کو دینے کے لیے کچھ نہیں تھا،لیکن ان کے ملک میں آمد پر انہوں نے جس طرح تشکر اور قدر دانی کے جذبات کا مظاہرہ کیا وہ نا قابل فراموش ہے۔

چونکہ یہاں کے مسلمان سادہ طبیعت کے مالک ہیں،لڑائی جھگڑے اور بحث ومباحثہ ان کے مزاج میں نہیں ہے، اوران کی طبیعت میں قبول کا مادہ ہے،اس لئے ان تک دین کی باتیں پہنچانا اور عمل پر آمادہ کرنا شاید دوسری جگہوں کے مقابلے میں آسان ہے۔فیجی میں دینی کتابوں کی جتنی ضرورت ہے ان کی اتنی ہی کمی ہے جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ سمندری ڈاک یہاں مہینوں میں پہنچتی ہے، حد یہ کہ DHL جیسی عالمی کوریئر سروس سے بھی کوئی چیز بھیجی جائے تو تقریباً ایک ہفتہ لگ جاتا ہے، ہوائی ڈاک کے اخراجات بھی بہت زیادہ ہیں۔ یہاں کے بیشتر مسلمان اردو بولتے اور سمجھتے ہیں،لیکن وہ ہندی کے ساتھ ملی جلی زبان ہے اور اس کا لب ولہجہ مقامی زبان سے بھی متاثر ہے جس کی بناء پر وہ ایک نئی سی زبان ہو کر رہ گئی ہے، لہذا یہاں ایسی کتابیں ہی مفید ہوسکتی ہیں جو بہت آسان اور سادہ زبان میں لکھی گئی ہوں۔ان اُمور کو مدنظر رکھتے ہوئے فیجی جانے والی تبلیغی جماعتوں اور وہاں کام کرنے والے علماء کو وہاں کی دینی ضروریات پوری کرنے کیلئے ابھی بہت کچھ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق عطاء فرمائے ۔آمین

ایک ہفتہ ایران میں ۔۔اگست/ستمبر 2005

حمد و ستائش اس ذات کے لیے ہے جس نے کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور دورد وسلام اس کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

عجیب اتفاق ہے کہ پچھلے پچیس سال کے دوران میں دنیا کے بیشتر اہم ملکوں کا سفر کر چکا ہوں، مشرق و مغرب اور شمال وجنوب کے انتہائی سروں تک پہنچ چکا ہوں، لیکن اپنے ہمسایہ ملک ایران کا کوئی سفر اب تک نہیں ہوا تھا۔پچھلے دس بارہ سالوں میں بار بار ایران کے مختلف حلقوں سے دعوتیں بھی ملتی رہیں، اور دل میں خواہش بھی تھی کہ اس ملک میں حاضری ہو جس کا چپہ چپہ اسلام کی جگمگاتی ہوئی علمی ، ادبی اور تمدنی تاریخ کی یادگار ہے، لیکن کوئی نہ کوئی ایسا عذر پیش آتا رہا کہ میں یہ سفر نہ کرسکا۔

ایرانی بلوچستان کے دارالحکومت زاہدان میں ایک دینی مدرسہ دارالعلوم زاہدان کے نام سے قائم ہے،

ہمارے دارالعلوم کراچی کے متعدد فارغ التحصیل حضرات وہاں کے لائق و فائق اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں جن میں مولانا مفتی محمد قاسم صاحب اور مولانا مفتی عبدالقادر صاحب عارفی بطورِ خاص قابل ذکر ہیں۔ مدرسہ کے مہتمم مولانا عبدالحمید صاحب ایران کے سربرآوردہ اور فعال عالم ہیں، یہ حضرات کئی سال سے اپنے سالانہ جلسہ کے موقع پر مجھے دعوت دیتے رہے ہیں، پچھلے سال بھی اُن کی طرف سے دعوت موصول ہوئی تھی، لیکن میں دوسری مصروفیات کی بنا پر نہ جاسکا تھا، البتہ برادرِ معظم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم صدر دارالعلوم کراچی تشریف لے گئے تھے، اور انہوں نے تقریباً ایک ہفتہ ایران کے مختلف علاقوں کا دورہ کیا تھا اور میں نے اس سال (رجب 1426ھ) میں سفر کا وعدہ کرلیا تھا۔

22 رجب 1426ھ کو ہمارے دارالعلوم میں ختم بخاری کی تقریب تھی، اور اگلی صبح چھ بجے میں اپنے بھانجے اور دارالعلوم کے استاذ حدیث مولانا رشید اشرف صاحب سلمہ کے ہمراہ کراچی سے روانہ ہوا اور دبئی سے جہاز تبدیل کرکے صبح ساڑھے دس بجے تہران کے جدید ہوائی اڈے پر اترا۔ یہ طویل وعریض ہوائی اڈہ جو اسی سال تعمیر ہوا ہے، شہر سے تقریباً چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر بنایا گیا ہے اور تمام جدید سہولتوں سے آراستہ ہے۔

ہوائی اڈے پر مولانا مفتی محمد قاسم صاحب اور مولانا عبدالقادر عارفی صاحب کے علاوہ دارالعلوم زاہدان کے استاذ حدیث مولانا عبدالرحمن مجی، تہران کے مولانا عبدالہادی، مولانا عبیداللہ موسی زادہ وغیرہ استقبال کیلئے موجود تھے۔ دارالعلوم کراچی کے ایک اور فارغ التحصیل عالم مولانا محمد اسحاق ایرانی تہران میں شعبہ تقریب بین المذاہب کے صدر اسی شعبے کے ناظم آیت اللہ محمد علی تسخیری ہیں جن سے مجمع الفقہ الاسلامی اور المجلس الشرعی وغیرہ کی معرفت میری بھی بے تکلفی ہے، مگر وہ ان دنوں سفر پر تھے، اس لئے ان سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ مولانا محمد اسحاق ایرانی کو بھی دیر سے اطلاع ہوئی، اس لئے وہ ہوائی اڈہ پر نہ پہنچ سکے۔ لیکن جب ہم لالہ ہوٹل پہنچے جہاں ہمارے قیام کا انتظام تھا، تو انہیں منتظر پایا اور ان سے ملاقات ہوئی۔

لالہ ہوٹل کسی وقت انٹرکانٹی نینٹل ہوا کرتا تھا، غالباً انقلاب کے بعد اس نے مستقل حیثیت اختیار کرلی اور اس کا نام لالہ پھول کے نام پر رکھا گیا۔

مختصر آرام کے بعد عصر کی نماز پڑھ کر ہم ہوٹل سے نکلے، ایرانی پارلیمنٹ کے رکن مہندس پیمان

فروزش صاحب نے (جو زاہدان کے علاقے سے رکن پارلیمنٹ منتخب ہوئے ہیں) مجھ سے ملاقات کیلئے اپنے مکان پر معززین شہر کا ایک اجتماع رکھا ہوا تھا، ہمیں مغرب کی نماز وہاں پڑھنی تھی، تہران ایک خوبصورت شہر ہے، اور ترقی پذیر ممالک کے اچھے شہروں میں شمار ہوتا ہے، جدید تمدنی سہولیات سے آراستہ اور بارونق۔ اس کے مختلف علاقوں سے گذرتے ہوئے ہم پیمان فروزش صاحب کے مکان پر پہنچے اور وہاں نماز مغرب ادا کی۔

مغرب کے بعد وہاں تہران میں مقیم با اثر اہلسنت حضرات کا ایک اچھا خاصا اجتماع ہو گیا جن میں کردستان، خراسان، بلوچستان اور خود تہران کے معززین جمع تھے۔ ڈاکٹر جلال جلالی زادہ کردستان کے ایک با اثر رہنما ہیں جو پارلیمنٹ کے رکن بھی رہ چکے ہیں، انہوں نے اپنی مختصر تقریر میں ہمارا خیر مقدم کیا، اور ساتھ ہی یہ شکایت بھی کی کہ بیرونِ ایران کے علماء اور رہنماؤں نے ایران کے مسلمانوں کو اس لحاظ سے نظر انداز کیا ہوا ہے کہ ان کے ساتھ بیرون ایران کے حضرات کا کوئی قابل ذکر رابطہ نہیں ہے۔ میں نے اپنی جوابی تقریر میں اپنی اس کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے اُمت مسلمہ کی موجودہ صورتحال اور اس میں اپنی راہ عمل کے موضوع پر کچھ گزارشات پیش کیں۔ میری تقریر عربی میں تھی مولانا محمد قاسم صاحب نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا۔

مولانا عبدالہادی دارالعلوم زاہدان کے فارغ التحصیل اور مولانا محمد قاسم کے شاگرد ہیں، اور آج کل تہران یونیورسٹی میں ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں، وہ پورے سفر میں بڑی مستعدی کے ساتھ ہمارے ساتھ رہے، اور اللہ تعالی انہیں جزائے خیر دے کہ انہوں نے ہماری راحت رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آج رات کا کھانا ان کے گھر پر تھا جس میں اور بھی متعدد احباب سے ملاقات ہوئی، اور رات گئے وہاں سے واپسی ہوئی۔

(جاری ہے)

***

سوانح: داعی الی اللہ حضرت مولانا سعید احمد خاں مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ

چوتھی قسط

حضرت مولانا سعید خان صاحب رحمہ اللہ نے امت مسلمہ کی رہنمائی کے لیے دنیا بھر میں تبلیغی اسفار کئے اور اس دوران وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری رہا جو دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والوں کے لیے نایاب تحفہ ہے، حضرت کے خطابات کتابی شکل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ادارہ قسط وار حضرت کی کتاب کا سلسلہ شروع کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ قارئین کے لیے علم، بصیرت اور فہمِ دین کے کئی پہلو پر رہنمائی کریں گی۔

تنعم اور آسائش کے نقشوں سے بہت ڈرتے اور اسے بڑا فتنہ سمجھتے، فرماتے دشمنان اسلام نے سازش کے تحت ہمیں سادگی اور جفاکشی سے ہٹا کر آرام طلب زندگی کا عادی بنا دیا ہے تا کہ ہم جہاد اور دین کی محنت کے قابل نہ رہیں، خوبصورت و عالیشان اور مزین مساجد میں جاتے تو ملول اور رنجیدہ رہتے۔ یہاں (انگلینڈ) میں لوٹن اور برمنگھم میں مرکز کی مساجد بننے سے پہلے عارضی طور پر نماز کے لئے سادہ سا ہال بنا دیا گیا تھا، مولانا اس سادہ سی مسجد کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے، فرماتے یہاں نماز میں خوب دل لگا ہے، کاش یہ مسجد ہمیشہ اسی طرح رہے، مگر تم لوگ ہماری بات کہاں مانو گے، ہندوستان کی ایک بستی میں لوگ دینی جامعہ کی شاندار عمارتیں دکھانے لے گئے، فرمایا: تم میرے پاس مکہ مکرمہ آؤ میں تمہیں اس سے بڑھ کر عالیشان عمارتیں دکھاؤں گا، مجھے تو یہ بتاؤ کہ طلبہ میں تقویٰ کتنا بنا ہے، اگر ایک وقت کا کھانا نہ ملے تو کتنے طلبہ مدرسہ

میں رہیں گے۔اسی طرح جب کبھی ساؤتھ افریقہ سے واپس لوٹتے اور بندہ احوال پوچھتا تو وہاں کی مساجد کی شان وشوکت ،مکتب ، مدرسے میں بینچ ٹیبل کے استعمال مخصوص لباس (یونیفارم) پر رنج وغم کا اظہار کرتے ،فرماتے: افسوس اب تو علماء کے گھروں میں بھی انگریزی معاشرت (ٹیبل، کرسی پر کھانا) داخل ہو گئی ہے، اس کے برعکس میوات ، بنگلہ دیش، اور ہندو پاک کے غریب علاقوں میں بہت خوش وخرم اور ہشاش بشاش نظر آتے۔

میواتی ودیہاتی قسم کے عام لوگوں میں رہنا اوران میں گھل مل جانا پسند فرماتے کہ کھانا خواص کے بجائے عام لوگوں کے دستر خوان پر کھائیں، اکثر دیکھا لوگوں کی پلیٹوں میں بچا کھچا کھانا جمع کر کے شوق و رغبت سے کھا رہے ہیں، اسی طرح خواص کے لئے مخصوص جگہ کے بجائے مسجد یا صحن میں عام لوگوں کے درمیان سونا پسند فرماتے ،مولانا کا بستر بہت سادہ سخت معمولی سے کمبل و چادر پر مشتمل ہوتا، اکثر قیلولہ اس طرح فرماتے کہ اپنا عمامہ (پگڑی) کھول کر کچھ حصہ بچھا لیتے باقی پر سر رکھ کر سو جاتے۔

ایک بار ایک عرب ملک میں ایک ساتھی کا نرم وعمدہ بستر دیکھ کر فرمایا: آدھی بات امریکہ کی صحیح ہے، آدھی بات روس کی صحیح ہے، بندہ نے عرض کیا سمجھ میں نہیں آیا، فرمایا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو مال دیا ہے وہ عیش کرنے کے لئے نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس مال و دولت کے خرچ کے لئے آٹھ مصارف بنا دیئے ہیں کہ یہاں خرچ کرو۔ جب مسلمان نے مال و دولت کو اپنے کھانے ، کپڑے، سواری و رہائش کے اعلیٰ سے اعلیٰ بنانے پر لگایا تو اس نے آٹھ لوگوں کا حق مارا، ان آٹھ کا ساتھی روس ہے کہ مالدار کا مال صرف اس کے عیش و راحت کے لئے نہیں بلکہ سب کے لئے ہے، روس کی یہی آدھی بات صحیح ہے، آگے جو روس کہتا ہے کہ مالدار کا پیٹ پھاڑ کر سر پھوڑ کر زبردستی چھین لو، اس کی یہ آدھی بات غلط ہے، امریکہ کی یہی آدھی بات صحیح ہے کہ زبردستی چھین لینے کا حق نہیں ہے، امریکہ کی دوسری آدھی بات غلط ہے کہ انسان کو جتنا مال ملے سب کو عیش وعشرت پر خرچ کرو۔ فرمایا مسلمان کے مال کے خرچ کے غلط ہونے پر اللہ تعالیٰ نے اس پر دو عذاب مسلط کر دیئے یعنی ایک کمیونزم اور دوسرے سرمایہ داری۔

علماء کرام کی قدردانی واکرام

آپ اہل علم اور طلبہ کی بڑی قدر اوران سے محبت فرماتے ، ان سے ایسے گھل مل جاتے کہ گویا گھر کے اصل لوگ یہی ہوں، مولانا کی خدمت میں تبلیغی کام کی نسبت سے جو علماء پہنچتے ان سے جلد بے تکلف ہو

جاتے ، اس کی کوشش فرماتے کہ ان کی علمی ترقی بھی ہو، مطالعہ وتحقیق کی عادت پڑے، جن علماء کرام کو مطالعہ کا عادی پاتے ان کی خصوصی رعایت فرماتے ، بسا اوقات ان سے علمی تحقیق کا کام بھی لیتے ۔ عام طور پر سفر وحضر میں مولانا کے ساتھ کوئی ایسے عالم ضرور ہوتے جن کے ذمہ مختلف احادیث وواقعات کی تخریج و جستجو وتلاش لگاتے ، ان کی محنت پر خوب ہمت افزائی فرماتے ،بعض اوقات خوش ہوکر انعام بھی دیتے ، مجالس میں علماء بے تکلفی سے اشکالات پیش کرتے اور مولانا دلائل سے اسے جواب مرحمت فرماتے ۔ ایک بار مکہ مکرمہ میں کچھ علماء کی دعوت تھی ، اتفاق سے کھانے میں خصوصی اہتمام نہیں ہوسکا، عام کھانا جو موجود تھا پیش فرمادیا، گفتگو کے دوران فرمایا! جو اہتمام کچھ گھر میں موجود ہے اگر میزبان نے اسے پیش کرنے کو حقیر سمجھا تو اس کے لئے ہلاکت ہے اور مہمان نے اسے حقیر جانا تو اس کے لئے ہلاکت ہے، اس پر ایک عالم نے اشکال کیا ! حضرت حدیث میں آتا ہے کہ " أنزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ "مرقاۃ ، ج : ۷ ، باب القیام ، رقم الحدیث:۴۷۰۶،ص:۲۹۷۶۔

یعنی لوگوں سے ان کے مرتبہ کے اعتبار سے برتاؤ کرو، فرمایا: اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ خاص مہمانوں کیلئے بریانی اور عمدہ کھانے ہوں اور عام مہمانوں کیلئے سادہ چاول، اس حدیث کا مطلب حضور ﷺ نے اپنے عمل سے بتایا، ایک شخص (سائل) آیا، آپ ﷺ موجود تھے اس کو دروازے پر سے پکڑا دیا، ایک اور آدمی آیا، آپ ﷺ نے اسے اپنے آن حجرہ مبارک میں بٹھا کر کھلایا، ایک شخص اور آیا، آپ ﷺ نے اس کے ساتھ کھانے میں خود بھی شرکت فرمائی، ایک شخص آیا، آپ ﷺ نے اس کے اکرام میں چادر مبارک بچھادی اور ساتھ بیٹھ کر کھلا دیا، غرض آپ ﷺ نے آنے والے مہمان کے مرتبہ کے اعتبار سے اکرام فرمایا مگر کھانا سب کیلئے وہی میسر (جو گھر میں موجود) تھا۔آپ علماء کی تربیت پر خصوصی توجہ مبذول فرماتے ۔ ۱۹۷۱ء میں (جب بندہ حضرت مولانا کی خدمت میں تھا) جو چند علماء آپ کی خدمت میں تھے، حج کی مناسبت سے ان کیلئے حج کے مسائل واحکام پر امام محب الدین طبری کی مشہور کتاب القراء القاصد ام القراء کی خصوصی تعلیم شروع فرمائی ، مولانا خود بھی اس تعلیم میں شرکت فرماتے ، یہ کتاب حج کے مسائل واحکام پر نہایت محققانہ اور منفرد کتاب ہے، اگر چہ مصنف شافعی المسلک ہیں مگر انہوں نے بنا کسی تعصب کے ہر ہر مسئلہ پر ائمہ اربعہ کے مذاہب اور ان کے دلائل نقل کئے اور ساتھ ہی تفصیل سے حضور اکرم اسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ کا عمل بیان کیا ہے۔اسی طرح جب علماء سے بیانات کرواتے تو توجہ سے سنتے ،

ہمت افزائی واصلاح فرماتے ، بندے نے اپنی زندگی میں پورے تبلیغی حلقے میں علماء وطلبہ کی تربیت کے لئے حضرت مولانا سے بڑھ کر کسی کو شفیق ومربی نہیں پایا، آپؒ ان سے اپنی اولاد سے زیادہ شفقت ومحبت فرماتے ، ان کے واپس لوٹنے کے بعد بھی خطوط کے ذریعہ تعلق قائم رکھتے ، ان کے پاس مسلسل ہدایا بھیجتے ، بعض مرتبہ مالی امداد بھی فرماتے ۔ (جاری ہے)

***

امام ابوحنیفہ کی ذہانت کا ایک واقعہ

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے کچھ مال گھر میں دفن کیا تھا؛ لیکن جگہ بھول گیا کہ کہاں دفن کیا تھا؟ امام صاحب نے فرمایا: تو میں کس طرح بتا سکتا ہوں؟ یہ سن کر وہ آدمی رونے لگا، امام : ؟ صاحب نے اپنے تلامذہ سے کہا میرے ساتھ اس کے گھر پر چلو، وہ آدمی سب کو لے کر اپنے گھر پر آیا، امام صاحب نے فرمایا: تم سوتے کہاں اور کپڑے کہاں رکھتے تھے؟ وہ آدمی ایک کمرے میں لے گیا، اب امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے کہا اگر یہ گھر آپ لوگوں کا ہوتا اور کچھ دفن کرنا ہوتا تو کہاں دفن کرتے ؟ ایک نے کہا: یہاں، دوسرے نے کہا: وہاں، اس طرح پانچ جگہوں کی نشان دہی کی گئی، امام صاحب نے ان جگہوں پر کھودنے کا حکم دیا؛ چنانچہ تیسری جگہ کھودنے پر مال نکل آیا، امام صاحب نے اس آدمی سے کہا: اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر، اس نے تیرا مال لوٹا دیا۔

(تذکرۃ النعمان، ص: ۲۳۹)

رسائل الشيخ سعيد رحمه الله

إكرام الناس يشرح الصدور

الأخ المحترم (محبوب) زيد مجده

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

تلقيت رسالتك الكريمة التي سردت فيها أحوال تلك الأصقاع، أسأل الله أن يكتب القبول الجهد الدعوة في أرجاء الدولة.

يصدر في بعض الأحيان من رفقائنا في جهدهم للدعوة أو في مواعظهم، أو يقع مقالهم في غير المحل المناسب لفقدان الحكمة والبصيرة، فبالتالي نواجه العوائق من قبل الحكومة، و أحياناً من قبل أناس آخرين، لذا علينا أن نتبع الأصول في جهد الدعوة، وتعاليم مشايخنا وكبارنا؛ لتزول العقبات بأذن الله، وحينئذ سيقيض الله رجالا يقومون بهذا الجهد، فإن الله تعالى لا يجازي التضحية إلا بنتيجة حسنة.

وإن شرح صدور الناس في إكرامهم، لذا فلنبذل قصارى جهودنا في إكرام كل واحد، ولا نجعل لليأس إلينا سبيلاً، فالقلوب بيد الله يقلبها حيثما يشاء، فعلينا أن نتضرع ونتأوه أمامه في جنح الليالي؛ فإنما علينا الجهد الجهد الذي على طريقة النبي ﷺ ، فإن الجهد إذا كان على طريقة غير صحيحة لا تظهر لنا النتيجة أبداً كما نود، وإن كانت نياتنا في الجهد صحيحة، وهو الأصل العام. فالفلاحون إذا غيروا طريقة حرثهم ونظام زراعتهم، فزرعوا في الصيف ما ينبغي أن يزرع في الشتاء، وفي فصل الشتاء ما ينبغي أن يزرع في الصيف، وزرعوا قصب السكر في الأرض الصالحة للشعير، والشعير في أرض قصب السكر وكذا بدؤوا يحبسون عنها الماء في وقت سقيها؛ فلن يمكن لهم أبدا أن ينتفعوا من الزراعة والحراثة، مهما قويت نيتهم وصحت. وإذا اشترى أحد

تذكرة إنجلترا وركب طائرة طريقها إلى أستراليا، فلن يصل إلى إنجلترا أبداً، مهما عزم وصحح من نيته، لأن النية مثل الروح. وإن الله تعالى أجرى سنته، وعليها مدار نظام الكون ينتفع منه الكافر والمسلم، وإن الله تعالى قادر على أن يخالف هذا النظام، ويفعل ذلك أيضاً في بعض الأحيان لأظهار قدرته، كما شق طرقا من البحر بضرب العصا عليه، وكما فجر أعيناً من الحجر بضرب العصا عليه، وخلق ناقة من الصخرة، ورزق الولد من غير زوج. ويفعل ذلك كله لكي لا يتعلق بإيمان الناس بالأسباب، بل يبقى على الله الذي هو رب الأسباب.

إن الأسباب ليست باطلة، فقد قال: "ما خلقت هذا باطلا" بل إنما هي للاختبار، وإلا فإن الله تعالى ليس بمفتقر إلى الأسباب، لذا فإن اختيار الأصول الصحيحة أيضاً مهم. فإذا أتبعنا الأصول الصحيحة سنرى نتيجة مثمرة إن شاء الله.

فيجب أن نصرف أوقاتنا على الاسلوب والمصرف الصحيح؛ في حلقات التعليم، وفي الجولات الدعوية، وفي الذكر وفي الدعوات، وأن ننفق أموالنا في طرق صحيحة، فنصرفها في مقتضيات الدين بدل إضاعته على الشهوات، وأن يكون كلامنا حسب حال المخاطب والمحل، وأن نراعي شخصية ومنزلته في مخاطبته فإن فعلنا ذلك، فالقلوب ستحيل إلى الهداية، والأجر بقدر المشقة

ولا تهمل جانب الألفة والمحبة بين الرفقاء، ولا تترك الاختلاف يكدر صفو أخوتهم، لكيلا تتخلف عنا نصرة الله المنتظرة.

هذا، والسلام

سعيد أحمد خان (رحمه الله رحمة واسعة)

ترجمہ:

عنوان: اکرامِ انسانوں سے دل کھلتے ہیں

محترم بھائی محبوب زید، دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تمہارا مخلصانہ خط موصول ہوا، جس میں تم نے اُن علاقوں کے حالات تفصیل سے بیان کیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تمہاری محنتِ دعوت کو قبول فرمائے اور اُس کے اثرات پورے ملک میں ظاہر فرمائے۔

بسا اوقات ہمارے بعض رفقاء اپنے دعوتی کام یا وعظ و نصیحت کے دوران ایسی بات کہہ دیتے ہیں جو موقع و محل کے لحاظ سے مناسب نہیں ہوتی، یا جو حکمت و بصیرت کے مقتضیات پر نہیں ہوتی، نتیجتاً ہمیں کبھی حکومت کی طرف سے، اور کبھی دیگر لوگوں کی طرف سے رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم دعوت کے کام میں اپنے مشائخ اور بڑوں کے بتائے ہوئے اصولوں کی پیروی کریں، تاکہ راہ کی مشکلات دور ہوں۔ جب ہم اصولوں پر ثابت قدم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ خود ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو اس کام کو آگے بڑھائیں گے، کیونکہ اللہ تعالیٰ قربانی کو کبھی بے نتیجہ نہیں چھوڑتا، بلکہ اُس کے بدلے میں ضرور بھلائی عطا فرماتا ہے۔

یاد رکھو! لوگوں کے دل جیتنے کی سب سے مؤثر صورت اُن کا اکرام کرنا ہے۔ اس لیے ہمیں ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ ہر شخص کی عزت کریں، اور مایوسی کو اپنے قریب نہ آنے دیں۔ دل تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں، وہ جیسے چاہے انہیں پھیر دے۔ ہمیں چاہیے کہ رات کی تنہائیوں میں گریہ و زاری کے ساتھ اُس کے حضور عاجزی کریں۔ ہمارا کام صرف محنت کرنا ہے وہ بھی اُس طریقے پر جسے نبی کریم ﷺ نے اختیار فرمایا۔ اگر دعوت و محنت صحیح طریقے سے نہ کی جائے تو نیک نیت ہونے کے باوجود بھی نتائج ویسے نہیں ملتے جیسے ہم چاہتے ہیں۔

کسان کی مثال لو: اگر وہ کاشتکاری کے طریقے بدل دے گرمیوں کی فصل سردیوں میں بوئے، اور سردیوں کی گرمیوں میں، یا گنے کو اُس زمین میں اگائے جو جو کے لیے موزوں ہو، اور جو کو اُس زمین میں بوئے جو گنے کے لیے بنائی گئی ہو، پھر جب پانی دینے کا وقت آئے تو وہ کھیتوں کو پانی سے روک دے تو کیا وہ اچھی پیداوار حاصل کر سکے گا؟ ہرگز نہیں، خواہ اُس کی نیت کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح اگر کوئی شخص انگلستان جانے کی ٹکٹ خریدے مگر جہاز پر سوار ہو جائے جو آسٹریلیا جا رہا ہو، تو وہ کبھی انگلستان نہیں پہنچے گا، چاہے اُس کا ارادہ کتنا ہی درست کیوں نہ ہو۔ نیت روح کی مانند ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ایک نظام کے تابع بنایا ہے۔ اُس کے اس نظام سے کافر بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور مسلمان بھی۔ البتہ اللہ تعالیٰ جب چاہے اس نظام کو بدل بھی دیتا ہے تاکہ اپنی قدرت ظاہر کرے جیسے اُس نے عصا مارنے سے سمندر میں راستہ بنا دیا، یا پتھر سے چشمے جاری کر دیے، یا چٹان سے اونٹنی پیدا کر دی، یا بغیر شوہر کے اولاد عطا فرمائی۔ یہ سب اس لیے کہ لوگوں کا ایمان صرف ظاہری اسباب پر نہ ٹھہرے بلکہ اصل

توکل ربّ الاسباب پر رہے۔

اسباب باطل نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ما خلقت هذا باطلاً" میں نے یہ سب بے کار نہیں پیدا کیا۔ اسباب آزمائش کے لیے ہیں، نہ کہ اس لیے کہ اللہ اُن کا محتاج ہے۔ اسی لیے صحیح اصولوں کا اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔ جب ہم درست طریقے اپنائیں گے تو یقیناً نتیجہ بہتر نکلے گا، ان شاء اللہ۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنا وقت درست طریقہ سے صرف کریں تعلیم کی مجالس میں، دعوتی گشت میں، ذکر میں، اور دعا میں۔ اپنی مالی قوت بھی صحیح راستوں میں لگائیں دینی ضرورتوں میں، نہ کہ خواہشات میں۔ گفتگو ہمیشہ موقع، مخاطب اور مقام کے لحاظ سے ہو، اور ہر ایک سے اُس کی حیثیت کے مطابق بات کی جائے۔ جب ہم یہ طرزِ عمل اختیار کریں گے تو دل خود بخود ہدایت کی طرف مائل ہوں گے، اور اجر مشقت کے تناسب سے ملے گا۔

اپنے ساتھیوں کے درمیان محبت والفت کے رشتے کو ہرگز کمزور نہ ہونے دو، اختلافات کو دلوں میں جگہ نہ لینے دو، تاکہ اللہ کی نصرت جس کی ہم سب کو تمنا ہے، ہم سے رُوگرداں نہ ہو۔

والسلام

سعید احمد خان رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

❊❊❊

تبصرہ کتب

کتاب کا نام: عشر ادا کیجئے

مصنف: مفتی خالد محمود صاحب مدظلہم

کل صفحات: 96

تبصرہ نگار: محمد جریر اسعد غفرلہ

اسلامی تعلیمات میں زکوٰۃ اور عشر کو معیشتِ اسلامی کی بنیاد قرار دیا گیا ہے، مگر افسوس کہ آج یہ اہم ترین فریضہ امت کی غفلت کا شکار ہے۔ زیرِ نظر کتاب "عشر ادا کیجئے" مفتی خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کی نہایت اہم اور بصیرت افروز تصنیف ہے جو جہاں اس دینی فریضے کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے وہیں اس کے ضروری مسائل کا بھی احاطہ کرتی ہے۔

مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب نے اس کتاب میں نہایت منظم ترتیب اختیار کی ہے۔ ابتدائی ابواب میں عشر کا تعارف، اس کی شرعی حیثیت، وجوب کے اسباب اور زرعی پیداوار پر اس کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد عشر کی شرح و حکمت، عشر ادا کرنے والوں کے فضائل، اور اس عمل سے پیداوار میں برکت کے مشاہدات و واقعات نہایت دلچسپ اور سبق آموز انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

کتاب میں عشر کے مسائل پر بھی تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے اور خاصے دقیق مسائل کو عام فہم زبان میں واضح کیا گیا ہے، نیز کتاب میں شامل مضامین اس بات کی علامت ہیں کہ مصنف نے محض فقہی پہلو نہیں بلکہ روحانی اور اخلاقی پہلوؤں کو بھی خوب ملحوظ رکھا ہے۔

پوری کتاب کا اسلوب نہایت رواں، مؤثر اور اصلاحی ہے۔ ہر باب میں قرآنی آیات، احادیثِ

نبویہ ﷺ، اقوالِ سلف اور عملی مثالوں کے ذریعے قاری کے دل میں عشر کی اہمیت راسخ کی گئی ہے۔ خصوصاً آخر میں دیے گئے مجرب اعمال اور وظائف کسانوں، کاشتکاروں اور عام اہلِ ایمان کے لیے باعثِ خیر و برکت ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مصنف نے نہ صرف ایک اہم فقہی موضوع کو عوام کے لیے قابلِ فہم بنایا ہے بلکہ یہ کتاب اپنے انداز، ترتیب، زبان، اور دینی روح کے اعتبار سے ایک مکمل عمل کی رہنما کتاب ہے جو ہر گھر، مدرسے اور زمیندار کے ہاتھ میں ہونی چاہیے۔

***

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

امام احمد بن حنبل اپنے وقت کے عظیم محدث اور عالم تھے، ان کی دینِ اسلام پر استقامت بے مثل تھی، وقت کی تمام طاقتیں انہیں ان کے دینی موقف سے پیچھے نہ ہٹا سکیں، ان کا صبر بعد میں آنے والوں کے لیے ایک مثال بنا۔ ان کے بارے میں سورۂ ق کی آیت کے تحت مفسرین نے ایک عجیب واقعہ نقل کیا ہے کہ: امام احمد بن حنبلؒ اپنی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں علیل تھے، بیمار تھے، اور عام طور پر بیماری میں انسان کراہتا ہے، کراہنے کی آواز منہ سے نکلتی ہے، جسے ہم آہ آہ کرنا کہتے ہیں، تو امام احمد بن حنبلؒ کراہ رہے تھے، حضرت طاؤس بزرگ بھی ہیں اور محدث بھی ہیں، وہ اُن کے قریب تشریف فرما تھے، انہوں نے امام احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ: "يكتب الملك كل شيء حتى الأنين" یعنی فرشتے انسان کی زبان سے نکلا ہوا ہر کلام ہر لفظ لکھ لیتے ہیں، محفوظ کر لیتے ہیں، حتی کہ مریض کا کراہنا بھی لکھ لیا جاتا ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے جب یہ بات سنی تو: "فلم يئن أحمد حتى مات رحمه الله، یعنی امام احمد نے کراہنا بھی ختم کر دیا، یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے۔"

اس سے اندازہ لگائیں کہ یہ حضرات اپنی زبان کے معاملے میں کتنی احتیاط کرتے تھے، مباح باتیں بھی بلا ضرورت اپنی زبان سے نہیں نکالتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بیماری اور مرض کی وجہ سے کراہنا بھی ختم کر دیا کہ کہیں اس پر قیامت میں پوچھ کچھ نہ ہو۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل

دار الافتاء والتحقیق جامعہ دار التقویٰ لاہور

مشترکہ خاندان میں اختلاط کی حدود

سوال: کیا مرد کا غیر محرم عورت سے اختلاط جائز ہے؟ نیز کس حد تک اختلاط کیا جا سکتا ہے؟ ایک دیندار مرد کا اپنے خاندان کی عورتوں (مثلاً بھابھی اور سالی) وغیرہ سے کس حد تک بات کرنے کی گنجائش نکلتی ہے؟ اگرچہ دینی ماحول ہو۔

ایک دیندار گھرانے کا کھانے کے وقت ایسی صورت بنانا کہ عورتیں اور مرد اکٹھے کھائیں اور آپس میں ہنسی، مذاق اور اختلاط بھی ہو، جائز ہے جبکہ اس سب کا مقصد آپس کا جوڑ ہو؟

جواب:

1. مرد کا غیر محرم عورت سے ایسا اختلاط جو خلوت کی صورت بن جائے، جائز نہیں۔

2. ایسا اختلاط جس میں بے پردگی ہو، جائز نہیں، البتہ جس گھر میں کسی وجہ سے چہرے کا پردہ کرنا مشکل ہو تو وہاں نقاب کرنا ضروری نہیں، بلکہ سر کی چادر سے گھونگھٹ کر لینا بھی کافی ہے اور جہاں گھونگھٹ سے بھی کام نہ چلتا ہو تو وہاں عورت کو اپنا چہرہ کھولنے کی اجازت ہے، لیکن مرد کو پھر بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے، اچانک نگاہ پڑ جائے تو وہ معاف ہے۔

3. پردہ اور خلوت کا خیال رکھتے ہوئے اکٹھے کھانا کھانے کی گنجائش ہے، تاہم احتیاط کریں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔

4. کبھی کبھار کی ہنسی مذاق کی اجازت ہے، لیکن اتنا نہ ہو کہ آپس میں غیر محرم ہونے کا جو حجاب ہے وہ ختم ہو جائے۔

فتوی نمبر: 17/393

ڈالر یا کوئی بھی غیر ملکی کرنسی اپنے پاس رکھنے کی مختلف صورتیں

سوال: آجکل بہت سے لوگ ریال یا ڈالر (یا کوئی بھی غیر ملکی کرنسی) لے کر اپنے پاس رکھتے ہیں اور ان کی مختلف اغراض ہوتی ہیں جس کی مختلف صورتیں ہیں۔ ان صورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱) کچھ لوگوں کے پاس ابتداءً ڈالر ہوتے ہیں، چاہے ان کو کمائی (اجرت، ثمن) کی صورت میں ملے ہوں یا ہدیہ، وراثت وغیرہ کی صورت میں ملے ہوں، یہ لوگ ڈالر یا ریال وغیرہ اس ڈر سے تبدیل نہیں کرواتے کہ روپے کی قدر گر جائے گی یعنی اپنی کرنسی کو ڈی ویلیو ہونے سے بچانا مقصود ہوتا ہے۔

(۲) ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو مہنگا ہونے پر ڈالر یا ریال بیچ کر نفع کمانے کی نیت سے ڈالر کیش نہیں کرواتے یعنی ان کے پیشِ نظر اپنی کرنسی کو ڈی ویلیو ہونے سے بچانا نہیں ہوتا بلکہ نفع کمانا مقصود ہوتا ہے۔

(3) کچھ لوگ ڈالر یا ریال خریدتے ہیں پھر ان میں سے کچھ کی نیت اپنی کرنسی (روپے) کو ڈی ویلیو ہونے سے بچانے کی ہوتی ہے۔

(4) جبکہ کچھ کی نیت، ڈالر کو مہنگا ہونے پر بیچ کر نفع کمانے کی ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا تفصیل کے پیشِ نظر کون سی صورت جائز ہے اور کون سی ناجائز ہے؟

جواب:

(۱) یہ صورت ہر حال میں جائز ہے کیونکہ اس صورت میں نہ احتکار (ذخیرہ اندوزی) ہے اور نہ انتظارِ غلاء (مہنگا ہونے کا انتظار) ہے بلکہ اپنے پیسے کو ڈی ویلیو ہونے سے بچانا مقصود ہے۔

توجیہ: اس صورت میں احتکار (ذخیرہ اندوزی) نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مفتی بہ قول کے مطابق احتکار انسانوں اور جانوروں کی خوراک میں استعمال ہونے والی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کو کہا جاتا ہے، ضرورت کی ہر چیز کو اپنے پاس رکھنے کو احتکار نہیں کہا جاتا۔ اور اگر مفتیٰ بہ قول کو چھوڑ کر دوسرے قول (کہ ہر وہ چیز جس کے ذخیرہ کرنے سے عوام الناس کو ضرر پہنچتا ہو، ذخیرہ اندوزی ہے) پر عمل کیا جائے تو تب بھی

احتکار مطلقاً ممنوع نہیں ہے بلکہ احتکار اس وقت ممنوع ہوگا کہ جب اس سے لوگوں کو نقصان بھی ہوتا ہو اور عام حالات میں ڈالر رکھنے کی وجہ سے عوام کو ضرر نہیں پہنچتا لہٰذا اس صورت میں احتکار نہیں ہے۔اور اسی طرح اس میں انتظارِ غلاء (یعنی ڈالر مہنگا ہونے پر فروخت کرنے کا انتظار) بھی نہیں ہے اس لیے کہ اس شخص کا مقصد اپنے روپوں کو ڈی ویلیو ہونے سے بچانا ہے ،مہنگا ہونے پر فروخت کرنا نہیں ہے۔لہٰذا اس صورت میں نہ احتکار ہے اور نہ انتظارِ غلاء ہے اور یہ صورت بہر حال جائز ہے۔

(۲) یہ صورت عام حالات میں جائز ہے البتہ خاص حالات (جن حالات میں لوگوں کے اپنے پاس ڈالر یا کوئی بھی غیر ملکی کرنسی محفوظ رکھنے سے ان کی قیمت میں اضافہ ہوتا ہو اور اس کے نتیجے میں ملکی معیشت کو نقصان پہنچتا ہو۔ایسے حالات) میں ناجائز ہے۔

توجیہ: عام حالات میں جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ڈالر یا کوئی بھی غیر ملکی کرنسی اپنے پاس رکھنا دو وجوہ سے ناجائز ہوتا ہے۔(۱) احتکار (۲) انتظارِ غلاء یعنی مہنگا ہونے پر فروخت کرنے کی نیت۔اور یہ دونوں وجہیں یہاں نہیں پائی جارہیں، احتکار یعنی ذخیرہ اندوزی کے نہ پائے جانے کی تفصیل تو پہلے جواب کی توجیہ میں گذر چکی ہے۔

جبکہ دوسری وجہ یعنی انتظارِ غلاء نہ پائے جانے کی تفصیل یہ ہے کہ انتظارِ غلاء ہر حال میں ممنوع نہیں ہے بلکہ ان حالات میں ممنوع ہے جن میں انتظارِ غلاء سے عام لوگوں کو نقصان ہوتا ہو اور چونکہ عام حالات میں ڈالر یا کوئی بھی غیر ملکی کرنسی اپنے پاس رکھنے سے نہ تو ڈالر کی قیمت میں کمی ہوتی ہے اور نہ اس کے نتیجے میں ملکی معیشت کو نقصان ہوتا ہے لہذا اس صورت میں انتظارِ غلاء کی ممنوع صورت بھی نہیں پائی جارہی اس لیے عام حالات میں یہ صورت جائز ہے۔

اور خاص حالات میں جائز نہیں ہے اس لیے کہ اس صورت میں اگرچہ مفتیٰ بہ قول کے مطابق احتکار نہیں پایا جارہا (جس کی وجہ اوپر گذر چکی ہے) لیکن انتظارِ غلاء پایا جارہا ہے۔

(۳) یہ صورت ہر حال میں جائز ہے اس لیے کہ نہ اس میں احتکار ہے اور نہ ہی اس میں انتظارِ غلاء ہے۔اس میں احتکار اور انتظارِ غلاء نہ ہونے کی تفصیلی وجوہات پہلے جواب کی توجیہ میں گذر چکی ہیں۔

(۴) یہ صورت عام حالات میں جائز ہے البتہ خاص حالات میں جائز نہیں ہے، خاص حالات سے مراد وہ حالات ہیں جن میں کسی شخص کا اپنے پاس ڈالر یا کوئی بھی غیر ملکی کرنسی رکھنا پاکستانی کرنسی کے ڈی ویلیو

ہونے کا سبب بنتا ہے، جس کے نتیجے میں ملکی معیشت کو نقصان پہنچتا ہے۔ عام حالات میں جائز ہونے اور خاص حالات میں ناجائز ہونے کی تفصیل دوسرے جواب کی توجیہ میں گذر چکی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ پہلی اور تیسری صورت بہرحال جائز ہے جبکہ دوسری اور چوتھی صورت عام حالات میں جائز ہے اور خاص حالات میں جائز نہیں ہے۔

امداد الفتاوٰی (19/3) میں ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے فصل پر شہر کے شہر میں گندم ہزار پانسوں روپے کے خرید کر کے بھر رکھے، کہ عند الموقع فروخت کروں گا، اس عرصہ میں ایسا موقع بھی ہوا کہ اگر فروخت کرتا تو اس کو نفع ہوتا، تاہم انتظار گرانی ہے، سو یہ احتکار ہوا یا نہیں؟ اور اگر یہ احتکار نہیں ہے تو احتکار کی کیا تعریف ہے، اور کیا حکم اس کی نسبت؟

الجواب: اگر اس کے روکنے سے لوگوں کو کچھ ضرر ہوا تو احتکار ہوا، ورنہ نہیں ہوا، کیونکہ احتکار کے معنی روکنا غلہ کا وقت ضرورت خلائق بنظر گرانی اور اس کی مدت میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ایک ماہ، بعض کے نزدیک چالیس روز، غرض یہ کہ جب لوگوں کو ضرورت پڑنے لگے اور روکنے سے ضرر ہونے لگے احتکار ہو جاتا ہے۔ فتوی نمبر:70/31

میزبان کے لیے دعا مانگنے کا وقت

سوال: کسی دعوت میں کھانا کھانے کے بعد اگر صاحب دعوت کے لیے دعا مانگی جائے تو دسترخوان اٹھائے جانے کے بعد مانگی جائے یا پہلے بھی مانگی جا سکتی ہے؟

جواب:

دسترخوان اٹھائے جانے کے بعد دعا مانگیں یا پہلے مانگیں دونوں درست ہے تاہم اس دعا میں ہاتھ نہیں اٹھانے چاہئیں۔ فتوی نمبر:05/31

❊❊❊

اخبار الجامعہ

محمد سلیمان

o روا ں سال جامعہ دار التقویٰ کے شعبۂ کتب (بنین و بنات) کے ششماہی امتحانات کا اختتام 22 اکتوبر، بروز بدھ کو بخیر وخوبی ہوگیا۔ امتحانات کے تمام انتظامات نہایت حسنِ نظم وضبط کے ساتھ مکمل کیے گئے۔ دعا کی ہے کہ اللہ رب العزت تمام طلبہ و طالبات کو امتیازی نمبروں کے ساتھ کامیابی عطا فرمائے۔ آمین۔

o جامعہ دار التقویٰ کے شیخ الحدیث و رکنِ شوریٰ حضرت مولانا عثمان صاحب دامت برکاتہم کی اہلیہ اور جامعہ کے استاذ مفتی اسامہ صاحب کی والدہ ماجدہ 13 اکتوبر بروز پیر کو وفات پا گئیں۔ مرحومہ کی نمازِ جنازہ بلال پارک تبلیغی مرکز لاہور میں نمازِ عصر کے بعد ادا کی گئی۔ جامعہ کی انتظامیہ اور طلبہ دعا گو ہے کہ اللہ رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

o جامعہ دار التقویٰ کے زیرِ اہتمام ششماہی امتحانات کے نتائج کی تقریب 23 نومبر بروز اتوار صبح 10 بجے جامع مسجد الہلال، چوبرجی میں منعقد ہوگی۔ تقریب میں تمام شاخوں کے درمیان نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو انعامات سے نوازا جائے گا۔

o جامعہ دار التقویٰ کے زیرِ اہتمام 30 نومبر بروز اتوار کو فاضلینِ قدیم کا عظیم الشان و پُرمسرت اجتماع منعقد ہوگا، جس میں ادارے کے تمام شعبہ جات سے اپنی تعلیم مکمل کرنے والے فاضلین کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا ہے۔ اس روحانی وعلمی نشست کا مقصد طلبہ واساتذہ کے درمیان تعلقِ علم ومحبت کو تازہ کرنا، قدیم ہم سبق ساتھیوں کی ملاقات کو ممکن بنانا، اور فاضلین کی علمی وعملی

سرگرمیوں کی رپورٹ اپنے اساتذہ کرام کے سامنے پیش کرنا ہے۔تقریب میں جامعہ کی سالانہ کارگزاری بھی فاضلین کے سامنے پیش کی جائے گی، جبکہ اساتذہ کرام فاضلین کو درپیش چیلنجز کے حل کے لیے تجاویز اور رہنمائی فراہم کریں گے۔اس موقع پر اکابر اساتذہ کرام کے اصلاحی و تربیتی بیانات کی روح پرور نشستیں بھی منعقد ہوں گی، جن سے فاضلین کو علمی و روحانی فیض حاصل ہوگا۔

o جامعہ دار التقویٰ ٹرسٹ، لاہور کے زیر انتظام 8 اکتوبر بروز بدھ بند روڈ مالی پورہ شاخ میں فری میڈیکل کیمپ کا کامیاب انعقاد کیا گیا۔ کیمپ میں ماہر و تجربہ کار ڈاکٹر نے مریضوں کا تفصیلی معائنہ کیا اور مختلف امراض کے حوالے سے قیمتی مشورے دیے۔ کیمپ میں آنے والے تقریباً 300 مریضوں کو مفت ادویات فراہم کی گئیں۔

❊❊❊

ایثار و سخاوت

ایک دفعہ ایک سائل نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ چالیس اونٹوں کی زکوۃ کیا ہوتی ہے؟ فرماتی ہیں: ”تمہارے لیے صرف ایک اونٹ ہے اور اگر میرے پاس چالیس اونٹ ہوں تو میں سارے راہ خدا میں دے دوں

سیلاب متاثرین کی
بحالی و تعمیرِ نو پروگرام

یقینِ خدمت ... عزمِ تعمیر

الحمدللہ دار التقویٰ کے زیر انتظام سیلاب متاثرین کی بحالی کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ جس کیلئے درج ذیل اشیاء کی اشد ضرورت ہے:

سریہ	سیمنٹ	ٹی آر۔ گارڈر	دیگر تعمیراتی سامان
216,000 روپے فی ٹن	1500 روپے فی بوری	270 روپے فی کلو	

MCB Islamic

Account Title: DARUL TAQWA TRUST

Account #: 1591001820660001

0300 1582792

آن لائن رقم جمع کروانے کی صورت میں اس نمبر پر سکرین شارٹ لازمی ارسال کریں۔
بصورت دیگر آپ کی بھیجی ہوئی رقم ادارہ کسی بھی دینی اور فلاحی کام میں خرچ کر سکتا ہے۔

شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے Mufti Online +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com

/jamidarultaqwa www.darultaqwa.org +92-3-222-333-224

دار التقویٰ لاہور

MONTHLY DAR-UL-TAQWA LAHORE CPL NO. 338